انا کے پجاری

المار ایم اے

چند لڑکیاں ہنستی بولتی بستی کی طرف آتے ہوئے ایک خشک نالے سے گُزر رہی تھیں۔ نالے کے ایک طرف کچا راستہ تھا۔ لڑکیاں راستہ چھوڑ کر نالے کی طرف نکل آئیں تاکہ آنے جانے والے گھڑ سواروں سے مڈ بھیڑ نہ ہوسکے۔ یکایک کچے راستے پر دوڑتے ہوئے گھوڑوں میں سے ایک گھوڑا زقندیں بھرتا نالے پر آگیا۔ معلوم نہیں گھوڑا بے قابو ہوگیا تھا یا سوار نے شرارتاً ایسا کیا تھا۔ نالہ تنگ تھا۔

تیز رفتار گھوڑے کو اپنی طرف آتے دیکھ لڑکیاں گھبرا گئیں اور چیخیں مارتی ہوئی اِدھر اُدھر بھاگنے لگیں۔ سوار اگر پوری قوت سے گھوڑے کی راسیں نہ کھینچتا تو لڑکی اِسکی ٹاپوں تلے ضرور کچلی جاتی۔ گھوڑا لڑکی کے بالکل قریب پہنچ کر رُک گیا۔ لڑکی کپڑے جھاڑتے ہوئے کھڑی ہوگئی۔ اِسکا چہرہ غصے سے لال بھبھوکا ہوگیا۔ سوار چند لمحے لڑکی کو دِلچسپی سے دیکھتا رہا پھر گھوڑے سے اُتر کر اِسکے قریب آیا۔ لڑکی نے قہر آلود نظروں سے اُسے دیکھا۔ سوار نے مُسکرا کر کہا، "مت رو لڑکی، تمہیں کچھ نہیں ہوا"۔

لڑکی غصے سے لال پیلی ہوگئی، بولی، "تمہاری اِس بدتمیزی پر مجھے رونا ہی چاہیے تھا، مگر۔۔۔"

"مگر کیا"؟، سوار نے اُسے چھیڑتے ہوئے کہا، "تمیز دار اپنی بات ادھوری نہیں چھوڑا کرتے"۔

" گھوڑے پر بیٹھنے سے پہلے گھڑ سواری سیکھنا چاہیے"۔ لڑکی نے جل بھن کر جواب دیا۔

"جانتی ہوں میں کون ہوں"؟، سوار نے رُعب سے کہا۔

"تم کوئی بھی ہو مگر ہو اجڈ، گنوار"۔ لڑکی نے غصے سے کہا، "صورت سے شریف لگتے ہوں مگر راستے میں لڑکیوں کو چھیڑنا ایک ذلیل حرکت ہے"۔

دُوسری لڑکیاں بھی انکے قریب آگئیں۔ سوار کے ساتھی نالے کے اُوپر سے ھک جھک کر دیکھنے لگے۔ سوار اِس مجمعِ مہوشاں کو دیکھ کر شاید ترنگ میں آگیا۔ ہنس کے بولا، "تم اپنی سہیلیوں میں سب سے زیادہ خوبصورت ہو۔ غصے نے تمہارے حُسن کو دوبالا کر دیا ہے"۔

سہیلیوں نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ لڑکی شرم سے پانی پانی ہو گئی۔

"کیا نام ہے تمہارا"؟۔ سوار نے اِسے چھیڑا۔

لڑکی پیچ تاب کھا کر رہ گئی۔ اِسکی بے بسی دیکھنے والی تھی۔

"خوددار بیگم نام ہے اسکا"۔ ایک سہیلی نے کہا۔ "بہت بڑھ بڑھ کر باتیں کرتی تھی، اب دے نہ جواب"۔

لڑکی پھر بھی خاموش رہی۔

"باپ کا نام کیا ہے"؟۔ سوار نے پوچھا۔

"یتیم ہے بے چاری"۔ کسی طرف سے آواز آئی۔

یکایک خوددار بیگم کی خودداری عود کے آئی، چیخ کر بولی۔ "تم سب چپ رہو، میں جواب دیتی ہوں"۔ پھر سوار کو گھورتے ہوئے کہا،

"پوچھو اور کیا پوچھنا ہے"۔

سوار ای لمحے کیلئے گھبرایا پھر ہکلاتے ہوئے بولا، "میرا مطلب ہے تمہارا گھر کہاں ہے؟ تمہارے والی وارث کا نام کیا ہے"؟

"میرا نہ کوئی والی ہے نہ وارث"۔ خوددار بیگم نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ "میں اپنی ماں کیساتھ تنہا رہتی ہوں۔ آبادی کی پہلی قطار میں

تیسرا گھر میرا ہے مگر یہ یاد رکھنا میں اپنی حفاظت کرنا خوب جانتی ہوں"۔ یہ کہہ کر اِس نے کمر میں لگا خنجر کھینچ کر ہوا میں لہرایا۔

"نا۔۔۔نا۔۔۔اِسے رکھ لو کلائی میں موچ آجائے گی"۔ سوار نے خنجر کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

خوددار بیگم بڑی تیزی سے دو قدم پیچھے ہٹ گئی اور خنجر تان کر بولی، "قریب آنے کی کوشش نہ کرنا ورنہ۔۔۔"

"برے پھنسے ناظم خان"۔ نالے کے اُوپر سے ایک دوست نے آواز لگائی۔

"خنجر چھیننا نہیں ہے۔ خنجر والی کو گھر لانا ہے"۔ ناظم خان نے جیسے اعلان کیا۔

"منہ دیکھا ہے سپنا"۔ اس نے دانت کٹکٹائے۔

"ناظم خان کو منہ تو پورے بنگالہ نے دیکھا ہے"۔ وہ فخر سے بولا، "تم میری بیوی بنوگی خوددار بیگم کب بارات لے کہ لاؤں"۔

"اگلی جمعرات کو"۔ نالے پرسے کس نے لقمہ دیا۔

"ٹھیک ہے"۔ اِس نے یوں کہا جیسے اس نے اِسے اجازت دے دی ہو۔ "تیار رہنا میں تمہیں رُخصت کرانے آؤں گا"۔ وہ گھوڑے پر سوار ہو گیا۔

"جانے سے پہلے سُن لو"۔ وہ شیرنی کی طرح گرجی۔ "شادی میری اور میری ماں کی مرضی سے ہوگی کسی کے رُعب سے نہیں۔ بغیر اِجازت میرے گھر آنے کی کوشش کی تو زندہ واپس نہ جاسکو گے"۔

"بارات تو اب آئے گی"۔ اِس نے لگان سنبھالتے ہوئے کہا۔ "تم بھی سن لو، ناظم خان منہ سے نکالے ہوئے الفاظ واپس نہیں لیا کرتا۔ تمہاری مرضی ہو یا نہ ہو، میں تمہیں ہر حالت میں لیکر آؤں گا"۔

وہ گھوڑا دوڑاتا اپنے دوستوں کے پاس پہنچا اور سب سے سب ہنستے ہوئے دُوسری طرف چلے گئے۔

خودادار بیگم اور اسکی سہیلیاں ہکا بکا رہ گئیں۔ وہ ایک دُوسرے کا منہ دیکھتی رہیں سب کی زبانوں پر جیسے تالے پڑ گئے۔ تمام راستے وہ خاموش رہیں۔ ناظم خان کے الفاظ نے اِنہیں دہلا دیا تھا۔ خوددار بیگم سب سے زیادہ پریشان تھی۔

ناظم خان شکل وصورت کا بُرا نہ تھا۔ اِس میں مردانہ وجاہت بھی تھی اگر بات کسی اور طرح شروع ہوئی ہوتی تو شاید وہ اِس قدر سخت گفتگو نہ کرتی مگر بات اِس نے بگاڑ دی تھی۔ اِسکی گفتگو کا انداز اور لہجہ تہذیب وشائستگی سے قطعی خالی تھا۔ اسکی بدتمیزی نے اسے برافروختہ کر دیا تھا۔ اِسکی انا اور خودداری کو ٹھیس پہنچی تھی۔ اِس نے ان ہی باتوں سے اپنے دل کو تسلی دی اور اپنے سخت جواب کو معقول قرار دیا۔

ناظم خان کی بات پوری بستی میں پھیل گئی۔ اِس بستی کا نام جہانگیر نگر تھا۔ جہانگیر نگر صوبہ بنگالہ کا صدر مقام تھا۔ بنگالہ کا پہلا صدر مقام سنگار گاؤں کا لیکن پُرتگالیوں سے جھگڑے کی وجہ سے اِس بستی کو صدر مقام بنایا گیا تھا۔

ناظم خان کو خودادر بیگم یا اِسکی سہیلیاں نہ جانتی تھیں لیکن مرد ناظم خان سے واقف تھے۔ اِس خود سر نوجوان نے دُشمنوں کیخلاف بے پناہ شجاعت کا مظاہرہ کیا تھا۔ پہلے وہ ایک معمولی سپاہی تھا لیکن اپنی بہادری اور بے جگری کی وجہ سے بہت جلد بیس سواروں کا رسالدار بن گیا۔ ایک بار شمال کی ہندو ریاست سے ایک سرحدی جھڑپ میں اِس نے اپنے دستے کیساتھ دُشمن پر ایسا حملہ کیا کہ اِسے اپنا مورچہ چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ بنگالہ کا

صوبیدار مرزاولی خان اس وقت سرحد کے قریب پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ اُس نے اسکی دلاوری کا حال سُنا تو بلا کر اسکی تعریف کی اور اپنے محافظ دستے میں شامل کر لیا۔ وہ اب پچاس سواروں کا رسالدار ہو گیا تھا۔

محلے کے ذیلدار کو جب ناظم خان اور خوددار بیگم کی دِلچسپ جھڑپ کا حال معلوم ہوا تو اِسے فکر پڑ گئی۔ اِس نے خوددار بیگم کی تمام سہیلیوں کو بلا کر حالات معلوم کئے۔ سہیلیوں نے مزے لے لیکر تمام باتیں بتا دیں۔ ذیلدار سمجھ گیا کہ یہ لڑکیاں ناظم خان کے مرتبے سے واقف نہیں ورنہ ایسی باتیں نہ کرتیں۔

ناظم خان کا یہ کہنا کہ وہ جمعرات کو بارات لیکر آئے گا، خوددار بیگم کی سہیلیوں کیلئے کوئی اہمیت نہ رکھتا تھا۔ وہ محض اِسے دل لگی سمجھ رہی تھیں۔

ایک سہیلی نے تو ہنس کے کہہ دیا، "ذیلدار چچا، خوددار کے جہیز کا اِنتظام کیجئے، ناظم خان جمعرات کو بارات لا رہا ہے"۔ اِس کے ساتھ ہی تمام لڑکیاں کھلکھلا کہ ہنس پڑیں۔

ذیلدار کے دِل کو یہ بات لگ گئی۔ اِس نے حقیقت معلوم کرنا ضروری خیال کیا اور خود ہی خوددار بیگم کے گھر پہنچ گیا۔ خوددار پہلے ہی افسردہ تھی ذیلدار کو دیکھ کر گھبرا گئی۔

"ذیلدار چچا، خیریت تو ہے؟ آپ کیوں آئے مجھے بلا لیا ہوتا"۔ اس نے چہرے پر بشاشت پیدا کرتے ہوئے کہا وہ نہیں چاہتی تھی کہ اپنی پریشانی کسی پر ظاہر کرے۔

"بیٹی تمہاری ماں بیمار ہے کیا میں اُسے دیکھنے بھی نہیں آسکتا"؟۔ ذیلدار نے اسکا شُبہ دُور کر دیا۔ دراصل ذیلدار چاہتا تھا کہ خوددار بیگم سے وہ پُرسکون ماحول میں گفتگو کرے تاکہ اسکا دِل کا حال معلوم ہو سکے۔

وہ اسے اندر کوٹھری میں ماں کے پاس لے گئی۔ اُس کی ماں ضعیف تھی اور یہی ضعیفی اُسکی بیماری تھی۔ ذیلدار اسکی ماں سے باتیں کرنے لگا وہ بھاگی بھاگی گئی۔ دو کچے ناریل توڑے اور ایک گلاس میں ناریل کا ٹھنڈا پانی بھر کے لے آئی۔ یہ دو کچی کوٹھریوں کا مکان تھا۔ آنگن گھاس پوس کی ٹہنیوں سے گھرا گیا تھا۔ اِس محلے کے تمام گھر کم و بیش اِسی طرح کے تھے۔ تیسرے محلے میں کچھ پکے مکانات تھے اور وہیں بنگالہ کا صوبیدار مرزاولی خان رہتا تھا۔

ذیلدار سمجھدار آدمی تھا۔ اِس نے ناظم خان کے بارے میں خود دار بیگم یا اسکی ماں سے اب تک کوئی بات نہ کی تھی۔ ماں کے پاس سے اُٹھ کر باہر آیا تو وہ گھر کے کام میں لگی ہوئی تھی۔ ذیلدار کو دیکھ کر اس نے ہاتھ روک لئے اور بولی، "ذیلدار چچا اِتنی جلدی کیا ہے۔ اب کھانا کھا کے جانا"۔

"نہیں بیٹی پھر کبھی کھاؤں گا"۔ ذیلدار دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے بولا پھر دروازے پر پہنچ کر ایک دم رُک گیا اور پلٹ کے کہا، "بیٹی ایک بات تو میں کہنا بھول ہی گیا"۔

"کیا کہنا ہے ذیلدار چچا"؟۔ اس نے مُسکرا کر پوچھا۔

ذیلدار زمین پر پڑی چٹائی پر بیٹھ گیا پھر اِطمینان سے بولا، "بیٹی میں نے سُنا ہے کہ تم نے اس دِن ناظم خان کی خوب دُرگت بنائی۔ بڑا اچھا کیا تم نے۔ ایسے آدمی کی یہی سزا ہونی چاہیے۔

ذیلدار نے حمایت کی تو وہ خوشی سے پھول گئی۔

بولی، "ذیلدار چچا، دیکھو بھلا یہ بھی کوئی بات ہوئی کہ ایک تو اس بدتمیز نے گھوڑا میرے سر پر لا کر روکا اور جب میں گر گئی تو میرا مذاق اُڑانے لگا۔ کمبخت کہہ رہا تھا بارات لیکر آؤں گا اور رُخصت کرا کے لے جاؤں گا۔ مجھے دھونس دے رہا تھا"۔

"چھی چھی بڑی بری بات کہی اس نے"۔ ذیلدار نے گفتگو کو طول دیا۔ "اگر اس نے شادی کرنا ہی تھی تو کسی کے زریعے پیغام بھیجا ہوتا۔ میں محلے کا ذیلدار ہوں مجھ سے کہا ہوتا۔ میں تمہاری اور تمہاری ماں کی مرضی معلوم کرتا اگر سب رضامند ہوتے تو پھر شادی ہو سکتی تھی"۔

"میں نے کہا تھا کہ شادی مرضی کے بغیر نہیں ہوا کرتی"۔ اس نے جواب دیا۔ "مگر وہ تو ماش کے آٹے کی طرح اینٹھ گیا، کہنے لگا میں کسی کی مرضی کی پرواہ نہیں کرتا، زبردستی اُٹھا کے لے جاؤں گا۔ معلوم ہوتا تھا بنگالہ کا وہی تو صوبیدار ہے"۔

"ہوں!"۔ ذیلدار نے لمبی ہنکاری بھری، "نوبت یہاں تک پہنچ گئی"۔

"ذیلدار چچا میں نے بھی اسکے ایسے لتے لئے کہ عمر بھر یاد رکھے گا"۔ اس نے شیخی بگھاری۔

"بیٹی! یہ ناظم خان شکل کا کیسا ہے"؟۔ اس نے ایکدم سوال کیا۔

خوددار نے اسک کو چونک کہ دئیکھا پھر بولی،"اچھا بھلا مسٹنڈا ہے۔ صورت سے شریف بھی معلوم ہوتا ہے مگر حرکتیں لفنگوں جیسی ہیں"۔

"بیٹی"، ذیلدار رازداری سے بولا، "میں تمہارے باپ کی جگہ ہوں اگر ایسی ویسی بات ہو تو مجھے بتادو۔ میں اپنے طور پر معاملات کر کے تمہاری شادی کروادوں گا۔ میرے خیال میں وہ کچھ بُرا آدمی نہیں، تھوڑی سی خود سری ہے اس میں۔ شادی کے بعد تم ٹھیک کر لوگی اُسے"۔

وہ کچھ دیر سوچنے کے بعد بولی، "ذیلدار چچا تمہیں میں اپنا باپ سمجھتی ہوں۔ میں گستاخی نہیں کرتی لیکن یہ ضرور کہوں گی کہ آدمی اپنے اعمال اور حرکتوں سے پہچانا جاتا ہے۔ اس نے سہیلیوں کے سامنے میری بڑی توہین کی ہے۔ اس نے مجھے رُعب دیکھایا ہے۔ میں نے اسے کہہ دیا ہے کہ اگر بغیر اِجازت میرے گھر آئے گا تو بے عزت ہو کر جائے گا"۔

"یعنی تم اُس سے شادی نہیں کرنا چاہتی"؟۔

"ہاں"۔ اُس نے کہا، "میں ایک جاہل کیساتھ زندگی نہیں گُزار سکتی"۔

"ٹھیک ہے بیٹی ایسا ہی ہو گا"۔ ذیلدار کھڑا ہو گیا۔ "تمہاری مرضی معلوم ہو گئی اسلئے میں بتاتا ہوں کہ ناظم خان بنگالہ کے صوبیدار مرزا ولی خان کے محافظ دستے میں پچاس سواروں کا رسالدار ہے۔ وہ خود سر ضرور ہے لیکن اُس نے بہادری کا لوہا منوایا ہے اور آجکل صوبیدار کی ناک کا بال بنا ہوا ہے"۔

"اب پتہ چلا وہ کیوں اِتنا رُعب دیکھا رہا تھا"۔ وہ سر ہلا کہ بولی، "رسالدار ہے تو اپنے ماتحتوں کو رعب دیکھائے میں اسکی دھونس میں نہیں آنیوالی۔ ایسے اوچھے اور شیخی خورے کیساتھ تو میں شادی کا تصور بھی نہیں کر سکتی"۔

ذیلدار کا خیال تھا کہ اسکی ملازمت اور بہادری کا حال سن کر وہ نرم پڑ جائے گی اور ممکن ہے شادی کیلئے رضامند ہو جائے لیکن اس نے جس مستقل مزاجی کا مظاہرہ کیا اس سے ذیلدار بہت خوش ہوا۔ اسے معلوم تھا کہ صوبیدار کے کئی عزیز اور بنگالہ کے بعض رئیس ناظم خان کو اپنا داماد بنانے کی کوشش میں ہیں۔

اس نے خوددار بیگم کے سر پر ہاتھ رکھ کر دُعا دی، "خدا تمہاری عُمر دراز کرے بیٹی۔ اگر وہ بنگالہ کے صوبیدار کی ناک کا بال ہے تو تم میرے محلے کی ناک اور دوشیزاؤں کی آن ہو۔ اس نے جمعرات کو تمہارے گھر آنے کو کہا ہے، ہو سکتا ہے اس نے یہ بات مذاق میں کہی ہو پھر بھی تم ایک دن پہلے میرے پاس چلی آنا۔ وہ خودسر ہونے کیساتھ ضدی بھی ہے۔ یہ بھی ممکن ہے وہ اپنے سواروں کو لیکر آ ہی جائے"۔

"آئے گا تو میں اسے اور مزہ چکھاؤں گی"۔ وہ اکڑ کر بولی۔

"نہیں بیٹی! مجھ سے وعدہ کرو کہ تم میرے پاس آجاؤ گی"۔ ذیلدار نے سنجیدگی سے کہا۔

"اچھا میں آجاؤں گی ذیلدار چچا"۔ اسے اسکی بات ماننا پڑی۔

ناظم خان نے شاید خوددار بیگم کو زبردستی اُٹھا لیجانے کی بات مذاق میں کہی تھی لیکن جب وہ دوستوں کیساتھ فوجی چھاؤنی پہنچا تو وہ سنجیدہ ہو گیا۔ محافظ دستوں کی یہ چھاؤنی صوبیدار کی حویلی کی پشت پر تھی۔ صوبیدار مرزا ولی خان شمالی علاقوں میں ایک مہم بھیجنے کی فکر میں تھا۔ اِس نے مہم کی سالاری کیلئے ناظم خان کا اِنتخاب کیا تھا کیونکہ وہ ان علاقوں میں پہلے بھی کئی مہمات میں حصہ لے چکا تھا۔ صوبیدار نے مہم کی تفصیلات سے آگاہ کرنے کیلئے اُسکو بلا بھیجا۔ وہ اسکے پاس پہنچا تو کچھ بجھا بجھا سا تھا۔ اس نے صوبیدار سے اچھی طرح سے گفتگو بھی نہ کی۔ پوچھنے پر اس نے بہانہ کر دیا کہ اسکی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ صوبیدار جلد ہی مہم پر بھیجنے والا تھا لیکن اسکی بیماری کی وجہ سے اس نے منصوبہ کچھ دِنوں کیلئے تعطل میں ڈال دیا۔ ناظم خان نڈھال نڈھال واپس آیا تو اسکے دوست برقا خان نے ٹوکا، "کیا ہوا تمہیں، اِتنے سست کیوں ہو"؟

: کچھ نہیں، بس طبیعت یونہی کچھ پریشان سی ہے"۔ اس نے ٹالنے کیلئے کہا۔

"طبیعت کو سنبھالو، تمہیں مہم کی سالاری کرنا ہے"۔ مخلص دوست نے اسے سمجھایا۔

"مہم، میں نے کچھ دِن کیلئے رُکوا دی ہے"۔ اس نے بے دِلی سے جواب دیا۔

برقا خان چونک پڑا۔ تعجب سے پوچھا، "کیا تمہارے کہنے سے صوبیدار نے مہم روک دی ہے"؟

"ہاں!"۔ اِس نے بیٹھتے ہوئے کہا، "میں نے صوبیدار سے کہا کہ میری طبیعت خراب ہے۔ اُنہوں نے کچھ دِنوں کیلئے مہم روک دی ہے"۔

"مگر تم نے ایسا کیوں کیا، تم ایک بہادر نوجوان ہو، جنگ کا نام سن کر تو بیمار سپاہی کھڑا ہو جاتا ہے تو پھر تم نے جھوٹ کیوں بولا"؟، برقاخان نے ذرا سختی سے کہا۔

"برقاخان تم نے مجھے بہادر کہا ہے۔ کیا بہادر اپنی زُبان سے پھر جایا کرتے ہیں"؟ اس نے اُسے قائل کرنے کیلئے اُلٹا سوال کر دیا۔

برقاخان اس سوال کی تہہ تک نہیں پہنچ سکا۔ اس نے کہا، "بہادر زُبان سے پھرا نہیں کرتے۔ تم نے اگر کس کو قول دیا ہے تو ضرور اِسے پورا کرو تمہیں کون منع کرتا ہے"؟۔

"سنو برقاخان"، وہ جوش سے بولا، "میں نے اس نالے والی لڑکی سے تم سب کے سامنے کہا تھا کہ میں جمعرات کو بارات لیکر آؤں گا"۔

"اگر وہ راضی نہ ہوئی تو تم اسے زبردستی اُٹھا لاؤ گے"، برقاخان نے اسکی بات کاٹ دی۔ "کیسی بچوں جیسی باتیں کرتے ہو۔ وہ ایک مذاق کی بات تھی، اُسی وقت ختم ہو گئی۔ تم اب تک اسکے پیچھے لگے ہو"۔

"مذاق نہیں۔ میں نے جو کہا ہے وہ پورا کروں گا اسلئے میں نے مہم رُکوائی ہے"۔ اسکا چہرہ غصے سے لال ہو گیا۔ "میں دیکھوں کا کون مائی کا لعل مجھے روکتا ہے، میں اس لڑکی کا غرور توڑ کے رہوں گا"۔

برقاخان سناٹے میں آ گیا۔ اس نے نرمی سے کہا، "میری بھائی، میرے دوست! میں تمہارا چہرہ اِتنا ہی سُرخ دیکھنا چاہتا ہوں مگر میدانِ جنگ میں۔ اگر تم نے اس غصے سے ایک یتیم لڑکی کا گھر اُجاڑ دیا تو بہادری کا تمہیں کونسا تمغہ مل جائے گا"؟

"مجھے کسی تمغے کی ضرورت نہیں"۔ اس نے کھردرے لہجے میں کہا، "اسکا غرور ٹوٹ جائے اور میری بات رہ جائے، میں یہی چاہتا ہوں، یہی میرا انعام ہو گا"۔

"تمہیں اپنی بات رکھنا ہے تو وہ دُوسری طرح سے بھی پوری ہو سکتی ہے"، سمجھدار دوست نے کہا۔

"وہ کیسے؟ مجھے بتاؤ"۔

"اسطرح کے میں تمہارا پیغام لیکر محلے کے ذیلدار کے پاس جاؤں گا"۔ برقاخان نے کہا۔ "ذیلدار کو راضی کرے لڑکی کی ماں سے ملوں گا۔ اس نے ہاں کر دی تو پھر تمہارے پوبارہ ہیں۔ شان سے بارات چڑھے گی اور اس مغرو لڑکی تو تم بیاہ کر لاؤ گے"۔

برقاخان نے بڑی معقول بات کہی تھی لیکن اسکی خود سری نے اسکی عقل پر پردہ ڈال دیا تھا بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اسکی انا کسی کی دِل ازاری کی بھی پروانہ کرتی تھی۔ اِس نے چیخ کہ کہا، "نہیں نہیں تم مجھے اس لڑکی کی نظروں میں حقیر کرنا چاہتے ہو۔ یہ سب باتیں اسکے سوچنے کی ہیں۔ بارات جمعرات کو ضرور جائے گی اور اس لڑکی کو میں خوشی یا جبر سے اپنے ساتھ لیکر آوٴں گا۔ اگر تم میرا ساتھ دینا نہیں چاہتے تو اِنکار کردو۔ مجھے کسی کی ضرورت نہیں۔ میں اکیلا ہی جاوٴں گا"۔

برقاخان نے اسے اُسے حال پر چھوڑ دیا۔ جمعرات میں تین دِن باقی تھے۔ برقاخان نے سوچا کہ اسکا غصہ ایک دو دِن میں اُتر جائے گا۔ اس وقت اس سے بات کرنا مناسب ہو گا لیکن دو دِنوں تک برقا کو اس سے بات کرنے کا موقع ہی نہ مل سکا۔ اس نے کئی بار بات کرنے کی کوشش کی لیکن وہ ہر موقعے پر کترا کہ نکل گیا۔

تیسرے دِن اس نے پورے رسالے کو بارات لیکر چلنے کا حکم دیا۔ سوائے برقاخان کے تمام سوار اپنے سردار کے حکم کی تعمیل میں لگ گئے۔ وہ بازار سے بری کا سامان بھی خرید کر لائے۔ کچھ زیورات اور دو جوڑے زنانے کپڑوں کے بھی اُٹھا کہ رکھ لئے۔ اس نے برقاخان سے نہ تو اس سلسلے میں بات کی نہ اُسے اپنے ساتھ چلنے کی دعوت دی۔

برقاخان اس صورت سے بہت پریشان تھا۔ اس نے سوچا کہ وہ صوبیدار مرزا ولی خان کو اِطلاع دے لیکن برقاخان کی حیثیت ایک سوار سے زیادہ نہ تھی۔ اسے یہ بھی اُمید نہ تھی کہ صوبیدار اسے ملاقات کی اِجازت بھی دے گا اور اگر اِجازت مل بھی گئی تو اسکی بات پر کان دھرے گا کہ نہیں؟ ناظم خان کے اس اِرادے کا اسکے پاس کوئی ثبوت نہ تھا پھر وہ کس طرح یقین دِلاتا کہ اسکتے اس عمل سے صدر مقام کا سکون درہم برہم ہو جائے گا۔ برقا خان نے یہ خیال چھوڑ کر محلے کے ذلدار سے ملنے کا اِرادہ کیا۔ وہ چاہتا تھا کہ ذیلدار کو اِطلاع دے کروہ کم از کم اس لڑکی کو وہاں سے ہٹا دے تاکہ وہ اسکے ہاتھ نہ آسکے لیکن ذیلدار کو بھی یقین دِلانے کیلئے کسی ٹھوس ثبوت کی ضرورت تھی اور برقاخان کے پاس سوائے زبانی جمع خرچ کے کوئی ثبوت نہ تھا۔ برقاخان تمام دِن انہی خیالات میں اُلجھا رہا۔

شام کو ناظم خان نے بارات چڑھانے کا حکم دیا مگر یہ بارات کا چڑھنا نہیں بلکہ اُترنا تھا۔ بارات اگر دھوم دھام سے روانہ ہو تو اِسے بارات کا چڑھنا کہتے ہیں مگر اسکی بارات بڑی خاموشی سے روانہ ہوئی۔ بری کے سامان کی پوٹلیاں باندھ کہ سواروں کیساتھ رکھ دی گئیں۔ پورے رسالے میں

سوائے چند سر پھرے نوجوانوں کے باقی سوار اس کی اِس حرکت کو "نادانی" سے تعبیر کر رہے تھے مگر انہیں اس سے بے پناہ محبت تھی اسلئے اسکی مخالفت کا تصور بھی نہیں کرتے تھے۔

برقاخان بھی ایسے ہی سواروں کا ہم خیال تھا۔ اس نے اسے کوئی بلاوانہ دیا لیکن وہ بے غیرت بن کر بارات کیساتھ ہولیا۔ اسکا دوست ہونے کی وجہ سے اسکی رکاب سے رکاب ملا کر چلتا رہا اور وہ اسے ساتھ چلتے دیکھ رہا تھا مگر لاتعلق بنا رہا۔ اس نے بھی خاموشی اختیار کر رکھی تھی۔

خوددار بیگم کے محلے کے قریب پہنچ کر اس نے برقاخان سے کہا، "آخر تم قائل ہو ہی گئے"۔

:میرا اعتراض اصولی تھا اور میں اب بھی اس پر قائم ہوں"۔ اس نے بڑے استقلال سے کہا۔

"پھر تم میرے ساتھ کیوں آئے ہو"؟۔ ناظم خان نے منہ بنا کر کہا۔

"اِسلئے کہ تم میرے دوست ہی نہیں میرے افسر بھی ہو"۔ برقاخان نے جواب دیا۔ "میں اب بھی درخواست کرتا ہوں کہ اس خیال سے باز آجاؤ ورنہ اسکا نتیجہ بہت بُرا نکلے گا"۔

"تم جانتے ہو کہ میں قدم بڑھا کر پیچھے نہیں ہٹایا کرتا"۔ اس نے تکبر سے کہا، "تمہیں برے نتیجے کی فکر ہے تو واپس جا سکتے ہو"۔

"ناظم خان میرے دوست"، اس نے گڑگڑا کر کہا، "میں ہاتھ جوڑ کر درخواست کرتا ہوں کہ اپنے سواروں کو یہیں روک دو اور مجھے آخری کوشش کرنے دو"۔

"تم کیا کوشش کرو گے"؟ اس نے گھوڑا روک کر اسکو گھورا۔

"میں ذیلدار سے مل کر اس لڑکی کو رضامند کرنے کی کوشش کروں گا"۔ اس نے بڑے خلوص سے کہا۔

"تم مجھے بیوقوف بنا رہے ہو"۔

وہ جھلایا، "تم چاہتے ہو کہ خوددار بیگم کو خبر ہو جائے اور وہ گھر سے کسی طرف نکل جائے۔ میں ایسا ہرگز نہیں ہونے دوں گا"۔

دوسری طرف کسی نے ذیلدار کو خبر کر دی کہ ناظم خان اپنے رسالے کیساتھ محلے کی طرف بڑھا چلا آرہا ہے۔ ذیلدار کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ وہ اسکے محلے پر کھلم کھلا دھاوا بولنے کی غلطی کرے گا۔ بوڑھے ذیلدار کی تیوریاں چڑھ گئیں۔ اِس نے تلوار کمر سے لگائی اور نیزہ ہاتھ میں

لیکر گھر سے نکلا۔ اسکے چار نمک خوار ملازم بھی مسلح ہو کر اسکے ساتھ ہو لئے۔ وہ سیدھا خوددار بیگم کے مکان پر پہنچا اور دروازے کے سامنے نیزہ سنبھال کر کسی پہرے دار کی طرح کھڑا ہو گیا۔

ناظم خان کے ذیلدار کو خوددار بیگم کے دروازے کے سامنے کھڑے ہوئے دُور سے ہی دیکھ لیا۔ اس نے فوراً اپنے کچھ سواروں کو حکم دیا کہ وہ خوددار بیگم کے گھر کو گھیرے میں لے لیں۔ کچھ اور سواروں کو اس نے محلے کے چاروں طرف لگا دیا پھر باقی سواروں کیساتھ گھر کی طرف بڑھا۔

بوڑھے ذیلدار نے اسے دُور سے ہی للکارا۔ "ناظم خان رُک جاؤ، اِس محلے کا میں محافظ ہوں۔ میں تمہیں ایک یتیم لڑکی کے گھر میں داخل ہونے نہ دوں گا"۔

"تم کیا"، اس نے شیطانی قہقہہ لگایا، "تمہارا صوبیدار بھی مجھے نہیں روک سکتا۔ میں خوددار بیگم کو لینے آیا ہوں اور ساتھ لیکر جاؤں گا"۔

"یہ نہیں ہو سکتا"، ذیلدار نے حملے کے انداز میں نیزہ تان لیا۔ "میں اپنے محلے میں تمہیں بدمعاشی کی اِجازت نہیں دے سکتا"۔

ناظم خان نے تلوار نکال لی اور گھوڑا آگے بڑھایا۔

بوڑھے ذیلدار کے نیزے میں جنبش ہوئی اور اس نے پوری طاقت سے اس پر نیزہ کھینچ کر مارا۔ اس نے پھرتی سے سر ایک طرف کر لیا اور نیزہ اس کے شانے کو چھوتا گُزر گیا۔ اپنا نشانہ خطا ہوتا دیکھ کر ذیلدار نے تلوار کھینچ لی اور اسکا ڈٹ کر مقابلہ کیا لیکن بوڑھی کلائی زیادہ دیر تک ساتھ نہ دے سکی، اس نے اسکی تلوار اُلجھا کر دُور پھینک دی۔ اسکا ایک گھڑ سوار گھوڑے سے کُود کہ ذیلدار کے پاس پہنچا اور اسے قابو میں کر لیا۔

پورے محلے میں بھگدڑ مچ گئی۔ عورتیں، مرد اور بچے چیختے چلاتے بھاگ رہے تھے۔ ناظم خان کے سواروں نے پورا محلہ گھیر لیا تھا۔ اُنہوں نے محلے سے باہر کسی کو جانے نہ دیا۔ لوگ سہم کر کھڑے ہو گئے۔ بچوں نے چیخیں مار کر رونا شروع کر دیا۔ پورے محلے میں ایک قیامت سی برپا تھی۔

ناظم خان فاتحانہ انداز سے دروازے پر پہنچا، خوددار بیگم کے گھر کی دیواریں ٹٹیوں کی بنی ان میں ایک معمولی سا دروازہ تھا جسے لات مار کر آسانی سے گرایا جا سکتا تھا۔ اس نے اتنی شرافت کا مظاہرہ کیا کہ دروازہ گرانے کی بجائے اسکی زنجیر ہلائی تا کہ دروازہ کھول دیا جائے مگر اندر سے کوئی جواب نہ ملا۔ چند لمحے انتظار کے بعد اس نے دروازے کے ایک پٹ پر ہاتھ رکھ کر زور دیا تو دروازہ فوراً کھل گیا لیکن وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ دروازے کے عین مقابل خوددار بیگم کی بوڑھی ماں تلوار کھینچے کھڑی ہے۔ ضعف کی وجہ سے اسکے ہاتھ میں تلوار تھر تھرا رہی تھی۔

بوڑھی عورت نے اسکو اندر آتے دیکھ کر کراہ آواز میں پوچھا، "تمہارا نام شاید ناظم خان ہے"؟۔

"ہاں خالہ جان! میں ہی ناظم خان ہوں"۔ اس نے نرمی سے کہا، "میں کوئی جھگڑا نہیں کرنا چاہتا۔ قاضی اور بارات میرے ساتھ ہے۔ میں خوددار بیگم کو رُخصت کرا کے لے جاؤں گا"۔

"ناظم خان"، بڑی بی کانپتی آواز میں بولیں، "تمہیں ایک کنواری لڑکی کی ماں سے بات کرتے ہوئے شرم نہیں آتی؟ خوددار بیگم ایک شریف زادی ہے۔ اس کی رگوں میں شریف خون ہے اور اسکا دِل شرافت کا قلعہ ہے لیکن یہ وہ قلعہ نہیں جسے تم طاقت کے زور پر فتح کر سکو"۔

"میں خوددار بیگم کا رِشتہ مانگتا ہوں۔ آپ شرافت سے نکاح کر کے اسے میرے ساتھ بھیج دیں"۔ اس نے گرمی سردی کے درمیان کہا۔

"رِشتہ مانگنے کا یہ طریقہ نہیں"۔ بڑی بی نے سخت لہجے میں کہا۔ "تلواروں اور نیزوں کے زور پر شریف زادیاں رُخصت نہیں ہوا کرتیں۔ رِشتہ لینا ہے تو واپس جاؤ اور کسی کے ذریعے سے میری پاس پیغام بھیجو۔ میں خوددار بیگم سے پوچھوں گی اس نے ہاں کی تو پھر بارات لے کے آنا"۔

"بارات تو آگئی ہے بڑی بی"، ناظم خان بپھر گیا۔ "خوددار بیگم کو ابھی رُخصت کرنا ہو گا۔ میں خالی ہاتھ واپس نہیں جا سکتا"۔

اس نے بڑی پھرتی سے بڑی بی کی تلوار کا قبضہ پکڑ لیا اور اسے زور سے دھکا دیا کہ وہ دور جا گری۔ "شیطان کی خالہ! مجھے سبق پڑھا رہی تھی"۔

وہ جلدی سے ایک کوٹھری میں گھسا، وہ خالی تھی دوسری کوٹھری میں بھی کوئی نہ تھا۔ وہ پھنکارتا ہوا بڑی بی کے پاس آیا، "کہاں چھپایا ہے اس مغرور لڑکی کو"؟

بڑی بی درد سے کراہتے ہوئے بولیں، "میں کہہ چکی ہوں یہ وہ قلعہ نہیں جسے تم طاقت سے سر کر سکو"۔

"بکواس نہ کر جلدی بتا وہ کہاں ہے"؟، وہ زور سے دہاڑا۔

"میری بیٹی تجھ سے زیادہ عقلمند ہے"۔ بڑی بی نے بے خوفی سے کہا، "اسے شاید تیتی کمینی حرکت کا علم ہو گیا تھا اسلئے وہ ایک دن پہلے گھر چھوڑ کر کہیں چلی گئی"۔

"کہاں چلی گئی؟ میں اُسے لے کے جاؤں گا"۔ اُس کے منہ سے تھوک اُڑنے لگا۔ "میں پورا محلہ تہس نہس کر دوں گا، آگ لگا دوں گا"۔

"ایک شیطان اور بدمعاش سے اسکے سوا کیا اُمید کی جا سکتی ہے"؟ بڑی بی نے زہر خند کہا۔

ناظم خان بڑبڑاتا ہوا باہر آیا اور طیش کے عالم میں بغیر آواز دیے برابر کے مکان میں گھس گیا۔ عورتیں چیخیں مار کر کوٹھریوں میں گھس گئیں۔ اس نے چلا کر کہا، "سب عورتیں باہر آجائیں۔ میں سوائے خوددار بیگم کے کسی کو اور کچھ نہ کہوں گا"۔
عورتیں اسکا حکم ماننے پر مجبور ہو گئیں اور شرم و حیا سے سر جھکائے ایک ایک کر کے آنگن میں آ گئیں۔ خوددار بیگم ان میں موجود نہ تھی۔ وہ دانت پیستا ہوا باہر آیا۔ اِس نے اسی طرح کئی گھروں کی تلاشی لی مگر گوہرِ مقصود ہاتھ نہ آیا پھر اس نے اپنے سواروں کو حکم دیا کہ اس محلے کی تمام عورتوں کو محلے میں جمع کیا جائے تاکہ وہ خوددار بیگم کو تلاش کر سکے۔
ذیلدار اگرچہ زخمی ہو چکا تھا لیکن وہ بگڑ گیا۔ "ناظم خان عورتوں کو اسطرح بے پردہ اور ذلیل کرتے تمہیں شرم آنی چاہیے"۔
"ذیلدار"، وہ کڑک کر بولا، "خوددار بیگم کے علاوہ اس محلے کی تمام عورتیں میری ماں اور بہنیں ہیں۔ میں اِنہیں دیکھ کر صرف اپنا شک دُور کرنا چاہتا ہوں"۔
ناظمخان کا ایک سوار ذیلدار کو حراست میں لئے کھڑا تھا۔ ذیلدار نے بڑی پھرتی سے اسکی کمر سے تلوار کھینچ لی اور کہا، "ناظم خان میں تمہیں اپنے گھر میں داخل نہیں ہونے دوں گا"۔
اِس کو بوڑھے ذیلدار کی حرکت پر بڑی حیرانی ہوئی۔ اِس نے کہا، "اطمینان رکھو، تمہارے گھر میں کوئی داخل نہ ہو گا"۔
اِس عرصے میں اسکے سواروں نے گھروں میں گھس کر عورتوں کو باہر نکالنا شروع کر دیا۔ وہ اِن عزتدار اور باحیاء عورتوں کو اسطرح میدان میں لا رہے تھے جیسے بھیڑ اور بکریاں ہنکار کر لائی جاتی ہیں۔ وہ غصے میں بھرا میدان میں کھڑا ہر عورت کا چہرہ غور سے دیکھ رہا تھا۔ جب اِسے ان تمام عورتوں میں بھی خوددار بیگم نظر نہیں آئی تو وہ ذیلدار کے پاس آ کر بولا، "ذیلدار میں جانتا ہوں کہ مغرور اور چالاک خوددار بیگم اِسی محلے میں کہیں چھپی ہے۔ جبتک خوددار بیگم مجھے نہیں ملتی میں محلے والوں کی نیندیں حرام کرتا رہوں گا، کوئی بھی چین سے کھا پی نہ سکے گا"۔
اِسی وقت محلے کے گرد پہرہ دینے والے سواروں میں سے ایک بھاگتا ہوا اسکے پاس آیا اور اسکے کان میں نہ جانے کیا کہا کہ وہ فوراً اُچک کر گھوڑے میں سوار ہو گیا اور اپنے ساتھیوں کو واپسی کا اِشارہ کیا۔ اسکے ساتھی بھی دوڑ کر اپنے اپنے گھوڑوں میں سوار ہو گئے اور دو گھنٹے تک اس

محلے میں قیامت توڑنے والا سر پھروں کا یہ گروہ، گرد اُڑاتا غائب ہو گیا۔ گاؤں سے تھوڑی دُور جا کر س نے اپنا گھوڑا رو کا اور ساتھیوں کو مخاطب کیا۔

"میرے دوستوں! جو کچھ ہونا تھا ہو چکا لیکن بہادر جو کچھ کر گزرتے ہیں، اسکا نہ افسوس کرتے ہیں نہ اس پر شرمندہ ہوتے ہیں۔ ہمارے اس قدم سے صوبیدار بنگالہ نے ہمیں باغی قرار دے دیا ہے۔ اب میں باغی ہوں اور باغی بن کر زندہ رہوں گا۔ جن ساتھیوں کو میرا ساتھ دینا ہے وہ میرے ساتھ رہیں اور جو صوبیدار کے سامنے سر جھکانے پر آمادہ ہیں وہ واپس چلے جائیں۔ مجھے ان سے کوئی شکوہ نہ ہو گا"۔

برقا خان جسکا گھوڑا ناظم خان کے برابر میں کھڑا تھا، اپنی کمر سے تلوار کھینچی اور ناظم خان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا،"ناظم خان! میں تمہارا دوست اور ماتحت ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم میری تلوار سے مجھے قتل کر دوں کیونکہ میں تمہارے اس غیر قانونی اور غیر شائستہ اِقدام کی پہلے بھی مخالفت کی تھی اور اب بھی مخالف ہوں۔ میں تمہارا ساتھ دینے پر کسی طرح آمادہ نہیں"۔

ناظم خان سے ہلکا سے قہقہ لگایا اور بولا،"تم نے مجھے دوست کہا ہے، میں بھی تم سے دوستی نبھاتا ہوں۔ اِس تلوار کو اپنے پاس رکھو اور آئندہ جب کبھی میرا تمہارا سامنا ہوا تو اسے استعمال کرنے میں قطعی دریغ نہ کرنا۔ تم واپس جا سکتے ہو۔ صوبیدار مرزا ولی خان اس وقت تک فوجی دستوں کیساتھ محل پہنچ چکا ہو گا۔ اِسے میرا یہ پیغام دے دینا کہ خوددار بیگم نے میرے دِل میں غصے اور نفرت کی جو آگ بھڑ کائی ہے اسکی چنگاریاں پورے بنگالہ میں پھیل جائیں گی۔ میں نہ تو خود سکون سے سوؤں گا نہ اسکو چین کی نیند سونے دوں گا"۔

اس نے اُسے کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے تلوار کمر میں لگائی اور گھوڑا موڑ کر چلنے لگا۔

اس نے اُسے روکتے ہوئے کہا۔"ایک پیغام خوددار بیگم کیلئے بھی ہے میرا یہ پیغام اُس تک پہنچا دینا کہ ناظم خان نے صرف اسلئے حکومت کیخلاد تلوار بلند کی ہے کہ یہ تلوار بجلی بن کر اس وقت تک بنگالہ پر گرتی رہی جب تک میں اسے حاصل نہیں کر لیتا۔ میں اسکی تلاش میں صوبے کا چپہ چپہ چھان ماروں گا اور اگر وہ بنگالہ سے نکل کر آگرہ کے محلات میں بھی پناہ حاصل کرے گی تو بھی میں اسکا تعاقب نہ چھوڑوں گا۔ میں مرزا ولی خان سے ٹکراؤں گا اور اگر شاہی فوجیں میری گرفتاری کیلئے بھیجی گیئں تو میں انکا بھی مقابلہ کروں گا"۔

برقا خان محلے میں پہنچا تو وہاں کہرام مچا ہوا تھا۔ صوبیدار مرزا ولی خان فوجیوں کی کافی تعداد لیکر وہاں آ گیا تھا۔ عورتیں مرد رو رو کر اس سے فریاد اور اسکی دیدی دلیری اور بے عزتی کا بدلہ لینے کا مطالبہ کر رہے تھے۔ مرزا ولی خان سب کی سن اور انہیں تسلیاں دے رہا تھا۔ وہاں شام تک یہی ہنگامہ رہا۔ صوبیدار کو اِنہیں پرسکون کرنے میں کافی وقت لگ گیا۔ اس نے اعلان کیا کہ وہ ناظم خان اور اسکے ساتھیوں کو گرفتار کر کے سولی پر چڑھائے گا کیونکہ دارو گیر محلے کے چار نوجوان ناظم خان کے ساتھیوں کا مقابلہ کرتے ہوئے مارے گئے تھے۔

برقا خان صوبیدار کیساتھ ہی محلے سے واپس ہوا اور حویلی پہنچ کر اس نے صوبیدار کو الف سے ی تک پوری داستان سنا دی۔ خاص کر ناظم خان وہ وہ پیغام پورا اسکے گوش گزار گیا جو ناظم خان نے اسکے زریعے صوبیدار کو بھیجا تھا۔ صوبیدار نے اسی وقت جہانگیر نگر میں موجود پورے لشکر کے بڑے بڑے صوبیداروں کو بلوا لیا اور دیر تک اسکو قابو کرنے کی تدبیروں پر گفتگو کرتا رہا۔ صوبیدار نے ابھی یہ مجلس برخاست ہی کی تھی کہ ایک آدمی نے اسے اِطلاع دی کہ ناظم خان نے محلے پر دوبارہ چھاپہ مارا ہے۔ اس چھاپے میں دو آدمی مارے گئے اور بہت سے زخمی ہوئے ہیں۔

صوبیدار بہت فکرمند ہوا۔ اس نے دوبارہ سرداروں سے مشورہ کیا پھر اسی وقت جہانگیر نگر میں موجود نصف لشکر کو ناکہ بندی کا حکم دیا۔ دم کے دم میں فوج بیرکوں سے نکل کر پورے جہانگیر نگر میں پھیل گئی۔ شہر میں داخل ہونیوالوں تمام راستوں پر سخت پہرہ لگا دیا گیا۔ ہر محلے میں فوجی سرداروں کے گشت کا اِنتظام کیا گیا۔ اِس اِنتظام سے شہر والوں نے سکون کا سانس لیا۔

ناظم خان نے بنگالہ کیخلاف عَلمِ بغاوت بلند کرتے ہی طاقت پکڑنا شروع کر دی۔ اب وہ صرف باغی نہ تھا بلکہ ایک خطرناک ڈاکو بن گیا تھا۔ اس نے جنگلوں اور پہاڑوں میں اپنے بے شمار مسکن اور پناہ گاہیں بنا لی تھیں۔ بنگالہ کے فوجی بڑی تندہی سے حفاظت کر رہے تھے لیکن ناظم خان اپنے گروہ کیساتھ جسکی تعداد کئی سو تک پہنچ گئی تھی، کسی نہ کسی راستے سے شہر میں داخل ہوتا اور کسی نہ کسی محلے کو اپنا نشانہ بناتا۔ یہ حملے عام طور سے رات کے پچھلے پہر ہوتے تھے۔ اسکے گروہ کا صرف یہ کام تھا کہ وہ ایک محلے کو گھیر لیتا پھر عورتوں کو گھر سے نکال کر کسی کھلی جگہ میں جمع کیا جاتا۔ ناظم خان خود اپنے ہاتھ میں شمع لیکر عورت کا چہری دیکھتا، پھر اس سے معافی مانگتا اور عزت سے گھر بھیج دیتا۔ دراصل اِسے خوددار بیگم کی تلاش تھی۔ اسکے جاسوس ہر محلے میں پھیلے ہوئے تھے اور روز کوئی جاسوس جھوٹ یا سچ کسی ایک محلے کی نشاندہی کرتا کہ وہاں خوددار بیگم چھپی ہوئی ہے۔ ناظم خان رات کو اس محلے پر چھاپہ مارتا مگر اسے ناکامی ہوتی اور وہ پہلے سے زیادہ خوفناک اور درشت ہو جاتا۔

خود دار بیگم کو ذیلدار نے مشورہ دیا کہ وہ ناظم خان کے بارات لانے سے ایک دِن پہلے اسکے گھر آجائے۔ خود دار بیگم کی سمجھ میں یہ بات آگئی اور وہ حملے سے ایک رات پہلے ہی ذیلدار کے گھر پہنچ گئی۔ جب ناظم خان نے محلے پر پہلا حملہ کیا تو ذیلدار اور زیادہ چوکنا ہو گیا۔ اس نے فوراً خود دار بیگم کو گھر سے نیچے بنے تہہ خانے میں پہنچا دیا۔ اِسے ڈر تھا کہ کہیں ناظم خان اسکے گھر پر بھی چھاپہ نہ مارے اور خود دار بیگم پکڑی جائے۔ اسکو تہہ خانے میں رہتے کئی ماہ گُزر گئے لیکن ناظم خان اب تک گرفتار نہ ہوا اور اسکی گرفتاری سے قبل اسکا باہر آنا موت خود دعوت دینا تھا۔ ذیلدار نے اس سلسلے میں اِس حد تک احتیاط برتی تھی کہ اس نے صوبیدار مرزا ولی خان کو بھی خود دار بیگم کے بارے میں کچھ نہ بتایا تھا۔ سب کا یہی خیال تھا کہ خود دار بیگم شہر سے باہر چلی گئی ہے۔ خود دار بیگم کے کہنے پر ذیلدار نے اسکی بوڑھی ماں کو اس راز سے آگاہ کر دیا تھا۔ ذیلدار روز اسکی ماں کی خیریت معلوم کرنے جاتا اور اسے بیٹی کی خیریت بتا تا رہتا۔ اِدھر ناظم خان کی زیادتیاں بڑھتی جا رہی تھیں۔ اس نے اِتنی طاقت حاصل کر لی تھی کہ اب وہ رات کی بجائے دِن کے وقت جہانگیر نگر کے کسی محلے پر چھاپہ مارتا اور محلے کی عورتوں کی صورتیں دیکھ کر مرزا ولی خان کے فوجیوں سے لڑتا پھر تا صاف نکل جاتا۔ اِس سے صوبیدار بنگالہ کا وقار بڑی طرح مجروح ہو رہا تھا اور لوگ کھلے عام اسے نا اہل کہنے لگے تھے۔ صوبیدار نے کئی فوجی دستوں کو ناظم خان کی پناہ گاہوں کو تباہ کرنے بھیجا لیکن اُس نے کچھ ایسی تدابیر کی تھیں کہ صوبیدار کی تمام فوجی مہمیں ناکام ہو گئیں اور فوج کو کافی جانی نقصان اُٹھانا پڑا۔

پے دَر پے ناکامیوں نے مرزا ولی خان کی بھوک پیاس اُڑا دی تھی اور بنگالہ میں جو بے چینی پیدا ہو گئی تھی اِس کے پیشِ نظر اِسے اپنی صوبیداری ختم ہوتی دِکھائی دے رہی تھی۔ شہنشاہ نے سنہ 1527 میں تخت و تاج سنبھالا۔ اِسکے تخت نشینی کے گیارہویں سال ناظم خان نے بنگالہ میں سر اُٹھایا۔ مغل بادشاہ کے دُور دراز کے صوبوں میں پرچانویس مقرر کر رکھے تھے جو شہنشاہ کو ہر ہفتے کی خبریں بھیجا کرتے تھے۔ بنگالہ کا پرچانویس اِتفاق سے مرزا ولی خان کی بیوی کا سگا ماموں تھا۔ اس میں اور مرزا ولی خان میں بڑا یارانہ تھا۔ اِسی یارانے اور عزیز داری کی وجہ سے پرچانویس نے اب تک شوریدہ سر باغی ناظم خان کے بارے میں شہنشاہ کو کوئی پرچا نہ بھیجا تھا۔

بنگالہ کے صوبیدار مرزا ولی خان نے ناظم خان کو گرفتار کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر اِسے کوئی کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ جہانگیر نگر میں مقیم پرچانویس گھبرا گیا۔ اُس نے سوچا کہ اگر بنگالہ کے حالات کا شہنشاہ شاہجہاں کو علم ہو گیا تو وہ جانبداری اور غفلت کا ملزم قرار پائے گا۔ اِسکی

ملازمت بھی جائے گی اور نہ معلوم کیا سزا دی جائے۔ اس نے تعلقات اور رشتہ داری کو ایک طرف رکھتے ہوئے ایک دن مرزا ولی خان سے صاف صاف بات کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

صوبیدار مرزا ولی خان، پرچا نویس کی خوشامد میں لگا رہتا تھا اور روز اُسکے پاس چکر لگایا کرتا تھا۔ اس دن جب صوبیدار اس سے ملنے آیا تو پرچا نویس نے بڑی بے رُخی سے کہا، "مرزا خان! میں نے جہاں تک ہو سکا اپنی دوستی اور رشتے داری نبھائی لیکن بنگالہ کے حالات اب اِس قدر بگڑ چکے ہیں کہ میں آگرہ دربار کو خبر بھیجنے پر مجبور ہوں"۔

مرزو ولی خان کا خون خشک ہو گیا۔ اِس نے گڑ گڑا کر کہا، "خدا کیلئے کچھ روز اور شہنشاہ کو اِطلاع نہ دو، مجے اُمید ہے کہ اِس ماہ میں ناظم خان کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا"۔

"میں مجبور ہوں مرزا خان"، پرچا نویس رکھائی سے بولا، "تمہیں بچاتے بچاتے میرا بیڑہ غرق ہو جائے گا۔ شہنشاہ کے کانوں تک اگر بنگالہ کی اُڑتی ہوئی خبر بھی پہنچ گئی تو میں تختہ دار پر چڑھا دیا جاؤں گا۔ آپ ایک سال میں ناظم خان کو پکڑنے میں کامیاب نہ ہو سکے تو ایک ماہ میں کسطرح کامیاب ہوں گے۔ میں نے آگرہ بھیجنے کیلئے عریضہ لکھ لیا ہے۔ آپ چاہیں تو اِسے دیکھ سکتے ہیں"۔

مرزا ولی خان کا رنگ اُڑ گیا۔ اُس نے کہا، "میں شہنشاہ کو بھیجے جانے والی تحریر کو پڑھنے کی جسارت نہیں کر سکتا۔ مجھے اُمید ہے کہ آپ نے مجھے بچانے کی ضرور کوشش کی ہو گی"۔

"جی ہاں مرزا خان"، پرچا نویس بولا، "میں نے آپکے محدود وسائل کا ذکر کرتے ہوئے ناظ خان کو ایک اِنتہائی طاقت ور باغی قرار دیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ ناظم خان کو شمال کی ہندو ریاستوں سے کمک مل رہی ہے"۔

"میں آپکا شُکر گزار ہوں"، مرزا ولی خان نے متشکرانہ نظروں سے پرچا نویس کو دیکھا۔ "آپ نے اِس سلسلے میں آگرہ دربار کو کوئی مشورہ بھی ضرور دیا ہو گا"۔

پرچانویس کو حکم تھا کہ وہ اہم واقعات کی خبر دیتے وقت اِن تدابیر اور اِقدامات کا بھی ذکر کریں جو اِنکے خیال میں کسی فتنے کو ختم کرنے کیلئے مُفید ہو سکتے ہیں۔ ایسی تمام اِطلاعات جن میں پرچانویس مسئلے کا حل پیش نہ کرتا تھا، نامکمل سمجھی جاتی تھیں اور اِسے نااہل قرار دیتے ہوئے کسی اور جگہ تبدیل کر دیا جاتا تھا۔

پرچانویس نے مُسکرا کہ کہا، "میں خود کو نااہل نہیں کہلوانا چاہتا۔ میں نے اپنے وقار کو بچانے کیلئے آگرہ دربار میں درخواست کی ہے کہ ناظم خان کی بغاوت کو فرو کرنے کیلئے آگرہ سے مغل لشکر بھیجا جائے جسکی مدد سے صوبیدار بنگالہ اس فتنے پر قابو پا سکے"۔

صوبیدار مرزا ولی خان بہت خوش ہوا۔ پرچانویس کی رپورٹ پوری طرح اسکے حق میں تھی۔ اس نے دُوبارہ شُکریہ ادا کیا اور مطمئن ہو کر واپس آ گیا۔

صوبیدار کے جانے کے بعد پرچانویس نے شہنشاہ کو بھیجا جانیوالا خط نکالا۔ یہ خط مکمل تھا۔ اِس پر دستخط بھی کر دیئے تھے لیکن اِس نے دستخطوں کے نیچے اضافی نوٹ کے طور پر چند سطریں اور لکھیں جس میں اِس نے شہنشاہ کو مطلع کیا کہ جہانگیر نگر میں یہ افواہ گرم ہے کہ ناظم خان جو پہلے بنگالہ لشکر میں ایک سوار کی حیثیت سے ملازم تھا، اِس ملازمت کے دوران وہ ایک لڑکی پر عاشق ہو گیا اور اُسے شادی کا پیغام دیتے وقت یہ بھی کہہ دیا کہ اگر اُس نے اِنکار کیا تو وہ ابردستی اُٹھالے جائے گا۔ لڑکی نے اسے اپنی توہین سمجھا اور شادی سے اِنکار کر دیا۔ اُسی وقت نے ناظم خان نے لوٹ مار شروع کی ہوئی ہے۔

پرچانویس نے جو خط لکھا تھا وہ مرزا ولی خان کو دِکھایا جا سکتا تھا لیکن وہ اِس پر یہ ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا کہ وہ ناظم خان اور اسکی محبوبہ کے جھگڑے سے واقف ہے اِسلئے اس نے صوبیدار کے جانے کے بعد اِس فتنے کی اصل وجہ لکھی تھی۔ پرچہ نویس نے عریضہ بند کیا اور اِسے شاہی قاصد کے حوالے کر کے جلد از جلد آگرہ پہنچنے کا حُکم دیا۔ پرچانویس کو مغل حکومت کی طرف سے تیز رفتار قاصد دیئے جاتے تھے تا کہ وہ بغیر وقت ضائع کئے اہم خبریں دربار تک پہنچائیں۔

شاہی قاصد نے عریضہ سنبھال کے اندرونی جیب میں رکھا اور اُسی وقت آگرہ کی طرف چل پڑا۔ ایسے قاصدوں کو ہر سرائے میں گھوڑا بدلنے کی سہولت دی جاتی تھی۔ انکی تیز رفای کا یہ عالم تھا کہ وہ ایک منزل کی بجائے دو دو منزلہ اور کبھی کبھی تین منزلیں طے کر کے تھوڑا سا آرام کرتے

اور پھر آگے روانہ ہو جاتے تھے۔ بنگالہ کا قاصد بھی گھوڑے بدلتا اور دو منزلہ سہ منزلہ طے کرتا بہت جلد آگرہ پہنچ گیا۔ شہنشاہ نے باہر کے قاصدوں کیلئے یہ حکم دے رکھا تھا کہ وہ جس وقت دربار میں پہنچیں خواہ وہ رات ہی کا وقت کیوں نہ ہو، انہیں فوراً شہنشاہ کے سامنت پیش کیا جائے۔

قاصد آگرہ میں داخل ہوا تو صبح ہونیوالی تھی اور نسیمِ سحر کے خوشگوار جھونکے چل رہے تھے۔ سوائے پہرے داروں کے تمام آبادی خوابِ خرگوش کے مزے لے رہی تھی۔ قلعہ آگرہ کا صدر دروازہ بند تھا اور نیند کے مارے پہرے دار جمائیاں لے رہے تھے۔ گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز پر وہ چونکے۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ سوار صوبہ بنگالہ سے آیا ہے اور پرچانویس کا ایک اہم خط اسکے پاس ہے تو پورے قلعے میں کھلبلی مچ گئی۔ اِس وقت تمام عمائدین سلطنت کو قاصد کے آنے کی خبر دی گئی اور وہ سب بھاگم بھاگ قلعے میں پہنچ گئے۔

ایک غلام حرمِ شاہی کے دروازے پر پہنچا اور حرم کی کنیز خاص کو بنگالہ سے قاصد کے آنے کی خبر دی۔ کنیز نے بھی بڑی پھرتی کا مظاہرہ کیا اور بلا جھجھک حرمِ شاہی کے دروازے پر دستک دی۔ دستک کی آواز پر پہلے شہنشاہ کی محبو ملکہ ممتاز محل کی آنکھ کھلی۔ اس نے شہنشاہ پر نظر ڈالی۔ شاہجہاں گہری نیند سو رہا تھا۔ ملکہ آہستہ سے مسہری سے اُتری اور دبے پاؤں پردے کے پاس پہنچی۔ کنیز نے اَدب سے اسے سلام کیا اور بنگالہ سے قاصد کے آنے کی خبر دی۔ ملکہ تذبذب میں پڑ گئی، ایک طرف شہنشاہ کے آرام کا خیال، دوسری طرف بنگالہ کے پرچانویس کے قاصد کی آمد۔ اسکے لئے دونوں باتیں اہم تھیں۔ آخر اس نے فیصلہ کیا اور واپس مسہری کی طرف آئی۔

ملکہ چند لمحوں تک شہنشاہ کے چہرے کو محبت بھری نظروں سے دیکھتی رہی، پھر سرگوشی کی، "عالی جاہ! صبح بخیر"۔

شاہجہاں چونک پڑا۔ اِس نے مشرق کی جانب کھلنے والی کھڑکی کو دیکھا اور مُسکرا کر کہا، "جانِ حرم! ابھی تو رات باقی ہے"۔

"عالی جاہ نے درست فرمایا"، ممتاز محل نے برق پاش نظروں سے شاہجہاں کو دیکھا، "مگر رعیت کا نگہبان پوری رات سویا نہیں کرتا"۔

شاہجہاں گھبرا کہ اُٹھ بیٹھا، ملکہ کو قدرے حیرت سے دیکھتے ہوئے بولا، "جانِ حرم خیریت تو ہے؟ تمہاری گفتگو ہمیں کسی نادیدے خطرے سے آگاہ کر رہی ہے"۔

"عالی جاہ کا یہ خیال بھی درست ہے"۔ ملکہ مسہری کے کونے پر بیٹھتی ہوئی بولی،"ممتاز اپنے شہنشاہ کو اس بے وقت زحمت دینے پر معذرت خواہ ہے۔ بنگالہ سے آنیوالے ایک تیز رفتار قاصد نے مجھے مجبور کر دیا کہ میں شہنشاہ کو بیدار کرنے کی جسارت کروں"۔

"بنگالہ سے"، شہنشاہ مسہری سے اُٹھا،"کہاں ہے وہ؟ اُسے ابھی باریاب کیا جائے"۔

"قاصد اور تمام عمائدین سلطنت دربار میں علی جاہ کی آمد کے منتظر ہیں"۔ ملکہ نے پیار بھرے لہجے میں کہا اور مسہری سے ایک شال اُٹھا کر شہنشاہ پر ڈال دی۔

شہنشاہ بنگالہ کی طرف سے ہر وقت فکر مند رہتا تھا۔ ابھی کچھ سال پہلے ہی اس نے ہگلی کے قلعہ بند پرتگیزیوں کا قلع قمع کیا تھا۔ بنگالہ مغلوں کا مشرقی علاقوں میں سب سے آخری صوبہ تھا۔ وہاں آئے دِن فتنے پیدا ہوتے رہتے تھے اور مغل شہنشاہوں کو بنگالہ پر قبضہ برقرار رکھنے کیلئے بہت محتاط رہنا پڑتا تھا۔ جنوبی ہند اور بنگالہ دو ایسے علاقے تھے جہاں کی ذرا ذرا سی خبر پر آگرہ دربار کو کان دھرنا پڑتے تھے۔

شہنشاہ شاہجہاں نے نہ ہاتھ منہ دھویا نہ لباس تبدیل کیا۔ ملکہ کو اس بات کا علم تھا اسلئے اُس نے شہنشاہ کے کاندھے پر شال ڈال دی تھی تاکہ وہ کم از کم شال اوڑھ کر باہر جائے۔ شہنشاہ حرم سار کے برابر کے ہال میں آکر بیٹھ گیا بلکہ بنگالہ کے قاصد اور عمائدین سلطنت کو اس نے ہال میں بلوا لیا۔

سلطنت مُغلیہ کے تمام عمائدین شہنشاہ کے سامنے حاضر ہوئے اور آداب و تسلیمات پیش کرکے خاموشی سے کھڑے ہو گئے۔ بنگالہ سے پرچا آنے کا مطلب تھا کہ وہاں کے حالات میں کوئی غیر معمولی تبدیلی ہوئی ہے۔ اِس خیال نے سب کو پریشان کر دیا تھا۔ شہنشاہ شاہجہاں بھی بہت پریشان تھا۔ بنگالہ کے قاصد نے پرچا پیش کیا شاہجہاں نے کسی سے پڑھوانے کی بجائے لفافہ خود لے لیا اور پرچا نکال کر جلدی جلدی پڑھنے لگا۔ تمام لوگوں کی نظریں شہنشاہ کے چہرے پر لگی تھیں۔ وہ پرچا نویس کے خط کا ردِ عمل شاہجہاں کے چہرے کے اُتار چڑھاؤ سے معلوم کرنا چاہتے تھے۔ شاہجہاں بڑی سنجیدگی سے خط پڑھ رہا تھا اور ہر سطر کیساتھ اسکے چہرے پر فکر و تردد کیساتھ غصے کے تاثرات بھی پیدا ہو رہے تھے جس سے پورا دربار خوفزدہ ہو رہا تھا۔ شہنشاہ پرچا پڑھنے کے بعد گہری فکر میں ڈُوب گیا۔ دربار کی خاموشی میں کچھ اور اضافہ ہو گیا۔ کچھ دیر بعد شہنشاہ نے سر اُٹھا

کر سب پر ایک طائرانہ نظر ڈالی پھر دُوبارہ خط پڑھنے لگا۔ خط پڑھتے پڑھتے شاہجہاں ایک دم چونک سا پڑا اور اسکے متفکر چہرے پر مسرت اور مسکراہٹ سی ہویدا ہو گئی پھر وہ بے ساختہ ہنس پڑا۔ حاظرین میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور اُنہوں نے ایک دُوسرے کو اطمینان کی نظر سے دیکھا۔ شاہجہاں نے خط لفافے میں رکھتے ہوئے کہا،"وفادارانِ تخت و تاج مُغلیہ! بنگال کے پرچانویس نے ایک نہایت دِلچسپ خط بھیجا ہے۔ صوبہ بنگالہ میں ناظم خان نام کے ایک فوجی نے صوبیدار کے خلاف علمِ بغاوت بلند کیا ہے۔ اس نے زبردست طاقت حاصل کر لی ہے اور صوبائی فوج اُسے گرفتار کرنے میں ناکام ہو گئی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ صوبیدار بنگالہ مرزا ولی خان ایک نااہل ناظم ہے مگر پرچانویس نے اسکی بے حد تعریف کرتے ہوئے آگرہ سے کمک بھیجنے کی سفارش کی ہے"۔

شاہجہاں اِتنا کہہ کر خاموش ہو گیا، پھر ذرا ٹھہر کے بولا،"افغانستان، ایران اور جنوبی ہند کے جو حالات ہیں اِسکے پیشِ نظر کیا ہمارے لئے یہ ممکن ہے کہ شاہی لشکر بنگالہ بھیجا جائے؟ پرچانویس نے یہ لکھا ہے کہ باغی ناظم خان صرف صوبیدار کا مخالف ہے۔ وہ آبادیوں پر حملے کرتا ہے مگر کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا، صرف خواتین کی صورت دیکھ کر اُنکو عزت سے اپنے گھروں پر بھیج دیتا ہے"۔

آگرہ (جسے شاہجہاں نے اپنے دادا اکبر کے نام سے موسوم کیا تھا) کے قاضی القضاۃ نے بولنے میں پہل کی۔ اُنہوں نے کہا،"شہنشاہ نے باغی ناظم خان کی جس عجیب حرکت کی طرف اِشارہ فرمایا ہے، کیا پرچانویس نے اسکی کوئی وجہ بیان نہیں کی"؟

"محترم قاضی"، شہنشاہ نے کہا،"پرچانویس نے پورے خط میں ذرا بھی اِشارہ نہیں کیا لیکن اس خط کے نیچے ایک اضافی تحریر ہے جس میں اِس نے لکھا ہے کہ ناظم خان نے کسی لڑکی کو پسند کیا اور اس سے زبردستی شادی کرنا چاہی۔ لڑکی اس بات پر ناراض ہو گئی اور اُس نے شادی سے انکار کر دیا۔ ناظم خان اسی وقت سے باغی ہو گیا اور اب وہ اُس لڑکی کی تلاش میں جگہ جگہ چھاپے مارتا ہے"۔

"اے شہنشاہِ ہند!"، قاضی نے پُروقار لہجے میں کہا،"ناظم خان کسی وجہ سے بھی خواتین کا منہ دیکھتا ہو لیکن اُسکی یہ حرکت شرع کے قطعی خلاف ہے اور اُسکے خلاف سخت کاروائی ہونی چاہیے"۔

قاضی کی حمایت میں ایک سردار نے کہا۔

"عالی جاہ! صوبے کا نظام درہم برہم کرنیوالا باغی ہوتا ہے۔ ناظم خان کے حملوں سے خواص اور عوام سب ہی پریشان ہوئے ہوں گے۔ پرچا نویس نے کمک کی سفارش کی ہے اِسلئیے یہ مسئلہ شاہی وقار کا بن گیا ہے۔ پرچا نویس کی سفارش پر شہنشاہ غور فرما سکتے ہیں"۔

سب نے اپنی اپنی رائے دی۔ کچھ کمک بھیجنے کے حق میں تھے اور کچھ کا خیال تھا کہ ناظم خان باغی نہیں بلکہ ایک شوریدہ سر اِنسان ہے جس پر صوبیدار بنگالہ جلد ہی قابو پالے گا۔ شہنشاہ نے سب کی باتیں غور توجہ سے سُنیں لیکن کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکا۔ اس نے بے وقت دربار کو برخاست کر دیا۔ قاصد کو مہمان خانے میں ٹھہرنے کا حُکم دیا گیا پھر شاہجہاں پرچا نویس کا خط لیکر حرم سرا میں چلا گیا۔

شہنشاہ کے بیدار ہونے سے تمام قلعے والے جاگ گئے تھے مگر سب دُبکے اور سمٹے بیٹھے تھے۔ غُلام، خواجہ سرا، کنیزیں پھونک پھونک کر قدم اُٹھاتی تھیں اور سرگوشیوں یا اِشاروں میں باتیں کر رہی تھیں۔ ملکہ ممتاز محل اضطراب کے عالم میں حرم سرا میں ٹہل رہی تھی اِسی وقت ایک کنیز نے ملکہ کو اِطلاع دی کہ شہنشاہ واپس آرہے ہیں۔

"عالی جاہ کا مزاج برہم تو نہیں"؟ ملکہ نے بے چینی سے پوچھا۔

"ملکہ عالم! کنیز اس بارے میں تسلی بخش جواب نہیں دے سکتی"، کنیز سر جھکا کہ بولی، "میں نے شہنشاہ کو دُور سے واپس آتے دیکھا اور آپکو اِطلاع دینے چلی آئی"۔

ملکہ اِسی اضطرابی کیفیت میں حرم سرا کے دروازے پر آگئی، شہنشاہ اس وقت دروازے پر پہنچ چُکا تھا۔ ملکہ نے اسے دیکھتے ہی پوچھا، "عالی جاہ! خیریت تو ہے"؟

شاہجہاں نے مُسکرا کہ ملکہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور بولا، "جانِ حرم فکر کی کوئی بات نہیں۔ اندر چلو۔ ہم تمہیں ایک دِلچسپ کہانی سائیں گے"۔

"کہانی"، ممتاز محل نے حیرانی سے شاہجہاں کو دیکھا۔

اِسی وقت قلعے کی مسجد سے اذان کی آواز بلند ہوئی۔ ملکہ نے جلدی سے سر پر ڈوپٹے کا پلو ڈال لیا۔

صبح کو دربار میں جانے سے پہلے شاہجہاں اور ممتاز محل میں اِس مسئلے پر پھر گفتگو ہوئی۔ ملکہ کے دِل میں ایک خلش سی پیدا ہو گئی تھی۔ اِس نے کہا، "عالی جاہ نے ایک کہانی سُنانے کا ذکر فرمایا تھا"۔

"ہاں جانِ حرم، بنگالہ کے پرچا نویس کا خط ایک کہانی ہی ہے"۔ "بنگالہ میں ایک فوجی جوان نے کسی لڑکی کو پہلی ہی ملاقات میں شادی کا پیغام دیا۔ وہ شاید لڑکی کی محبت میں گرفتار ہو گیا تھا۔ اس نے اس پیغام کیساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ اگر لڑکی نے اِنکار کیا تو وہ اس سے زبردستی شادی کرلے گا۔۔۔۔۔"

"قطع کلامی کی معافی عطا کی جائے عالی جاہ"، ممتاز محل نے بات کاٹتے ہوئے کہا، "اگر یہ کہانی کا آغاز ہے تو انجام بیان کرنے کی اِجازت مجھے دے دی جائے"۔

"جانِ حرم! پہلے کہانی سن لو پھر انجام بتانا"۔ شہنشاہ نے مُسکراتے ہوئے کہا۔

"آگے کی کہانی بھی میں ہی بیان کروں گی عالی جاہ"، ممتاز محل نے بڑے وثوق سے کہا۔

"خیر تمہارہ مرضی"، شاہجہاں ترشی سے بولا، "ہماری ملکہ اگر ذہانت کا ثبوت دینا چاہتی ہے تو ہم سُننے پر آمادہ ہیں"۔

"عالی جاہ! اِس میں کسی کی ذہانت کا کوئی دخل نہیں"، ملکہ نے پہلو بچاتے ہوئے کہا، "اِس قسم کے واقعات روز پیش آیا کرتے ہیں اور اِن سب کا انجام یکساں ہوتا ہے۔ بنگالہ کے فوجی جوان نے کسی لڑکی کو شادی کا پیغام دیا۔ اسکا اسکے حق حاصل تھا لیکن جب اس نے لڑکی سے زبردستی شادی کرنے کا اظہار کیا تو اس نے اِخلاقی اور شرعی حد سے تجاوز کیا۔ اِس سے ہر خوددار لڑکی کی ذاتی انا کو ٹھیس لگتی ہے۔ وہ لڑکی اگر واقعی باحیا تھی تو اس نے بڑی سختی سے فوجی جوان کے مطالبے کو رَد کر دیا ہو گا اور فوجی جوان نے اپنی طاقت کا غلط استعمال کرتے ہوئے لڑکی، اسکے عزیزوں اور ہمدردوں کو پریشان کرنا شروع کر دیا ہو گا۔ عالی جاہ! میرے خیال سے فوجی جوان کی یہی کہانی اور یہی انجام ہو سکتا ہے"۔

شہنشاہ نے ملکہ کو وحیران کن نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا، "جانِ حرم تم واقعی ہی ایک ذہین خاتون ہو اور ہمیں فخر ہے کہ ہمیں تم جیسی زیرک ملکہ کی وفاداریاں حاصل ہیں۔ بنگالہ کے صوبیدار نے اُسے باز رکھنے کی کوشش کی تو وہ باغی ہو گیا۔ اب وہ اس قدر طاقت ور ہو گیا ہے کہ پرچانویس نے اکبر آباد سے فوجی کمک بھیجنے کی سفارش کی ہے۔ اگر لڑکی اِنکار نہ کرتی تو اِتنابڑا فتنہ نہ کھڑا ہوتا"۔

"عالی جاہ! اِس میں لڑکی کا کوئی قصور نہیں"۔ ملکہ نے اپنی صنف کی حمایت کی، "شادی دو فریقوں کے درمیان پوری زندگی گُزارنے کا ایک عہد ہے جسکی شرع تصدیق کرتی ہے اِس عہد سے پہلے دونوں فریقوں کو غور و فکر کرنے کا وقت ملنا چاہیے۔ کسی فریق کو یہ حق ہر گز نہیں دیا جا سکتا کہ وہ اپنی مرضی دُوسرے پر مسلط کرے۔ قصور سراسر فوجی جوان کا ہے"۔

"مرحبا جانِ حرم، مرحبا"۔ شاہجہاں نے اظہارِ مسرت کیا، "اسکا مطلب ہے ہمیں صوبیدار کو فوراً کمک بھیج دینی چاہیے"؟

"عالی جاہ یہ آپکا ملکی اور اِنتظامی معاملہ ہے اور میں ایسے معاملات میں کوئی دخل نہیں دے سکتی"، ملکہ نے فوراً اپنا دامن بچالیا۔ "ہاں اگر عالی جاہ اِس مسئلے کو دو دِلوں کا ملاپ کا معاملہ سمجھتے ہوئے غور فرمائیں تو اسکی ایک صورت اور بھی ہو سکتی ہے"۔

"دُوسری صورت بیان کی جائے۔ ہم اپنی ذہین ملکہ کی بات پر غور کریں گے"۔ شاہجہاں نے ہنس کر کہا۔

"عالی جاہ اگر کسی طرح باغی جوان اور مظلوم لڑکی کی ملاقاتا کا اہتمام کیا جائے تو اسکے بہتر نتائج نکلنے کی اُمید ہے"۔ ملکہ نے دُوسری صورت بیان کر دی۔

شہنشاہ ملکہ ممتاز کا منہ دیکھتا رہ گیا۔

اِسی دِن شہنشاہ نے فرمان جاری کیا جس میں بنگالہ کے صوبیدار مرزا ولی خان کو تاکید کی گئی کہ وہ باغی ناظم خان اور اسکی خوددار محبوبہ کی ملاقات کا اِنتظام کرے اور دربار اکبر آباد کو اِطلاع دے۔ فرمان میں یہ بھی لکھا گیا کہ ملکہ ممتاز محل نے اِس سلسلے میں دِلچسپی ظاہر کی ہے اور نرم رویہ اِختیار کرنے کی خواہش کی ہے۔

صوبیدار مرزا ولی خان نے فرمان پڑھ کر خدا کا شُکر اَدا کیا۔ وہ اپنی معزولی کے حُکم کا منتظر تھا۔ اس نے فوراً تمام سرداروں اور معززینِ شہر کو جمع کر کے اِنکے شہنشاہِ ہند کا فرمان پڑھا۔ شاہی فرمان سن کر سب نے سکون کا سانس لیا۔ ناظم خان نے اگرچہ پورے صوبے میں اُدھم مچار کھا

تھااس کے باوجود لوگ اُسی کے ہمدرد تھے اور چاہتے تھے کہ کسی صورت سے ناظم خان سے مصالحت ہو جائے۔ناظم خان کی شجاعت کا سکہ سرحدی ریاستوں پر جما ہوا تھا اور اسکی بغاوت سے سرحدی علاقوں کے حالات بگڑ گئے تھے۔

ناظم خان اپنے گروہ کیلئے ڈکیتی بھی کرتا لیکن اسطرح کے تمام ڈاکے وہ غیر علاقوں میں ڈالتا تھا۔بنگالہ کے مختلف علاقوں میں ناظم خان کے دھاوے، چھاپے اور پکڑ دھکڑ کے واقعات میں شرافت کا ایک پہلو بھی موجود تھا۔وہ اپنے دستور کے مطابق کسی علاقے کو گھیر کر عورتوں میں اپنی محبوبہ کو تلاش کرتا تھا۔اس پکڑ دھکڑ میں علاقے کے لوگ اگر مزاحمت کرتے تو جھڑپیں ہو جاتیں جس میں جانی نقصان بھی ہو جاتا تھا۔جہاں تک سرکاری فوج کا تعلق تھا،انکے ساتھ ناظم خان کوئی رعایت نہ کرتا تھا اور پوری طاقت سے حملے کا جواب دیتا تھا۔

مرزا ولی خان نے کچھ دیر کے بعد کہا،"شہنشاہ اور ملکہ عالیہ کے حکم کے مطابق میں ہر قدم اُٹھانے کیلئے تیار ہوں جس سے ناظم خان اور خوددار بیگم کی ملاقات ہو سکے لیکن مشکل یہ ہے کہ خوددار بیگم خوف ودہشت سے کسی دُور دراز علاقے میں جا کر چھپ گئی ہیں۔جبتک وہ لڑکی ہمیں دستیاب نہیں ہوتی ہم کچھ نہیں کر سکتے"۔

ایک سردار نے کہا،"خان معظم،ناظم خان کے روز روز کے حملوں سے لڑکی کا پریشان ہونا فطری ہے اگر اُسے تلاش کرنا ہے تو اسکی بہترین صورت یہ ہے کہ اسکی جان اور عزت کی حفاظت کا اعلان کریں اور اس بات کی گلی گلی، قصبے قصبے اور شہر شہر تشہیر کرائیں کہ ملکہ ہند ممتاز محل نے اس معاملے میں دِلچسپی کا اظہار کیا ہے اور وہ ناظم خان سے اسکی ملاقات کی خواہشمند ہیں"۔

سردار کی اِس رائے کو سب نے پسند کیا۔اسی وقت صوبیدار کی طرف سے ایک اعلان لکھا گیا جسکی سینکڑوں نقلیں تیار کی گئیں پھر سونقیبو اور اعلانچیوں کے حوالے یہ نقلیں کی گئیں۔اعلانچی اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے،ڈھول زین سے لٹکائے پورے صوبہ بنگالہ میں پھیل گئے۔وہ قصبوں اور دیہاتوں میں کھڑے ہو کر ڈھول پیٹتے،لوگ جمع ہوتے تو حاکم بنگالہ مرزا ولی خان کا اعلان سناتے کیونکہ اعلان میں ملکہ ہند کی خواہش کا ذکر تھا۔اِسلئے لوگ اسے دِلچسپی سے سُنتے پھر جب وہ آپس میں بات کرتے تو سب کی زُبان پر ایک ہی قسم جملہ ہوتا،"خوددار بیگم کو ملکہ عالیہ کی خواہش کا احترام کرنا چاہیے۔اُسے ناظم خان سے ملنا چاہیے"۔

اِس اعلان نے بنگالہ کی فضا میں ایک عجیب تغیر پیدا کر دیا۔ سرکاری فوجوں کو ناظم خان پر حملہ کرنے سے پہلے ہی روک دیا گیا تھا۔ شاید اسکے جواب میں ناظم خان نے اپنے دھاوے اور چھاپے بند کر دیئے۔ جہانگیر نگر آنیوالے تجارتی قافلے جو ناظم خان کے خوف سے دُور دُور کے علاقوں میں رُک گئے تھے انکی آمدورفت دُوبارہ شروع ہو گئی۔ ایک ہی ہفتے میں ایسا کون ہو گیا جیسے بنگالہ میں کوئی واقعہ ہوا ہی نہ تھا۔

محلے کے ذیلدار نے اعلان سنا تو اسے اُمید ہوئی کہ شاید خوددار بیگم کے حالات اب درست ہو جائیں۔

اعلانچی ایک ایک محلے میں دِن میں چار چار بار گھوم کر اعلان کرتے۔ جہانگیر نگر میں تو اس اعلان نے طوفان برپا کر دیا۔ اعلان سنتے سنتے لوگوں کے کان پک گئے۔ ذیلدار کو معلوم تھا کہ خوددار بیگم کو ناظم خان کی حرکتوں کی وجہ سے اس سے سخت نفرت ہو گئی تھی اور اگر ذیلدار نے اِس سلسلے میں اس سے مزید کوئی بات کی تو اسکی نفرت میں مزید اضافہ ہو گا۔ چنانچہ ذیلدار نے ایک دِن خوددار بیگم کو اس کمرے کے پاس لا کر بٹھا دیا جہاں سے اعلانچی گُزرتا تھا۔ خوددار بیگم ایک بند کمرے میں رہتے رہتے تنگ آ گئی تھی۔ یہاں آ کے اس نے بڑی فرحت محسوس کی۔

ذیلدار اسے بٹھا کر کمرے سے نکلا ہی تھا کہ صوبیدار کا اعلانچی ڈھول پیٹتا ادھر سے گُزرا اور جس کمرے میں خوددار بیگم بیٹھی تھی اس سے تھوڑی دُور جا کر اعلان کرنا شروع کیا۔ خوددار بیگم چونک پڑی۔ اس نے اعلان کے ایک ایک لفظ کو غور سے سُنا تو اسکے دِل کی کچھ عجیب حالت ہو گئی۔ کچھ دیر بعد ذیلدار واپس کمرے میں آ گیا اور خوددار بیگم کے چہرے کو غور سے دیکھنے لگا۔ خوددار بیگم کسی اُلجھن میں گرفتار تھیں۔ اس نے ذیلدار کو واپس آتے تو دیکھا مگر خیالات میں گُم رہی۔

"خوددار بیگم!"، ذیلدار نے اسے چونکا دیا۔

خیالات کا سلسلہ ٹوٹا تو اس نے ٹھنڈی سانس لیکر کہا، "ذیلدار چچا میں جانتی ہوں کہ مجھے اس کمرے میں کیوں بٹھایا گیا تھا۔ میں کس قدر بدنصیب ہوں کہ میری وجہ سے پورے بنگالہ میں قیامت مچی ہوئی ہے۔ صوبیدار پریشان ہے۔ ذیلدار مجھے چھپاتا پھر رہا ہے۔ سرکاری لشکر ناظم خان کے ہاتھوں کٹ کٹ کر مر رہا ہے، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں کدھر جاؤں"۔

"بیٹی خوددار"۔ذیلدار نے اسکے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا،"میں نے تمہیں بیٹی کہا ہے اور ایک باپ اپنی بیٹی کو کسی ایسی بات پر مجبور نہیں کر سکتا جسے وہ پسند نہ کرتی ہو لیکن اِس اعلان کی طرف میں تمہاری توجہ ضرور دِلانا چاہتا تھا۔ملکہ ہند ممتاز محل بیگم تمہارے حالات میں دِلچسپی لے رہی ہیں۔اگر انکی خواہش کا احترام کر سکو تو مجھے خوشی ہوگی"۔

اس نے صاف الفاظ میں کہا،"ذیلدار چچا! شہنشاہِ ہند اور ملکہ عالیہ کی اس توجہ کی میں دِل سے شُکر گُزار ہوں۔میں انکی خواہش پورا کرنا اپنا فرض سمجھتی ہوں۔میں ناظم خان سے ملنے کیلئے تیار ہوں۔مجھے اُس سے نفرت نہیں،اُسکی حرکتیں قابل نفرت ہیں۔میں اسے اِنسان بننے پر آمادہ کروں گی اور اگر اس نے اپنی حالت سدھار لی تو میں اسکے ساتھ شادی کرنے پر بھی غور کروں گی"۔

"شاباش خوددار بیگم! تم نے میرا بوجھ ہلکا کر دیا"۔ذیلدار خوش ہو کر بولا،"مجھے اِجازت دو کہ میں صوبیدار سے اس سلسلے میں گفتگو کروں"۔

"ذیلدار چچا! میں نے فیصلہ کر لیا ہے جو بہتر ہو وہ کیجئے"۔

ذیلدار بہت خوش تھا۔اُسے اُمید تھی کہ خوددار بیگم اور ناظم خان کی ملاقات اگر اچھے ماحول میں ہوئی تو کامیابی سو فیصد ممکن ہے۔خوددار بیگم کی حفاظت کرتے کرتے وہ تھک گیا تھا۔ادھر خوددار بیگم بھی اِس خود ساختی قیدِ تنہائی سے اِس قدر تنگ آچکی تھیں کہ اس نے کئی بار خود کشی کا اِرادہ بھی کیا لیکن بوڑھی ماں کی وجہ سے وہ اِس اِرادے سے باز رہی۔

خوددار بیگم کے پاس سے ذیلدار یہ فیصلہ کر کے اُٹھا کہ وہ سیدھا صوبیدار مرزا ولی خان کے پاس جائے گا لیکن صوبیدار کے پاس جانے کی بجائے وہ اپنے کمرے میں آگیا اور اس مسئلے پر دُوبارہ غور شروع کیا۔اِس کے ذہن میں یہ سوال چٹکیاں لے رہا تھا کہ اگر صوبیدار نے اس سے پوچھا کہ اس نے خوددار بیگم کو اِتنے عرصے اپنے گھر میں کیوں چھپائے رکھا تو وہ کیا جواب دے گا؟صوبیدار یہ بھی کہہ سکتا تھا کہ اگر خوددار بیگم پہلے بر آمد ہو جاتی تو اتنے قتل وہ خون کی نوبت نہ آتی۔ان باتوں کو سوچتے ہوئے ذیلدار نے طے کیا کہ وہ رات کے وقت خوددار بیگم کو صوبیدار کے پاس جائے تاکہ صوبیدار کو نہ اس سے سوال جوب کا موقع ملے اور نہ اس پر خوددار بیگم کی حفاظت کی ذمے داری ڈالی جاسکے۔

رات ہونے پر ذیلدار نے خوددار بیگم کو اپنے منصوبے سے آگاہ کیا۔ خوددار نے اس پر کوئی اعتراض نہ کیا۔ وہ ذیلدار کی احسان مند تھی اور اسے زیادہ پریشان نہ کرنا چاہتی تھی۔ ذیلدار نے اسے یہ بھی سمجھادیا کہ اگر صوبیدار یہ دریافت کرے کہ اس نے اِتنے روز کہاں پناہ لی تو وہ ذیلدار کا نام نہ لے۔ خوددار بیگم نے اسے اطمینان دِلایا کہ وہ اس پر کوئی آنچ نہ آنے دے گی۔

خوددار بیگم نے چہرے پر نقاب ڈال لیا۔ ذیلدار نے اسے عقبی دروازے سے باہر نکالا پھر وہ دونوں کچھ فاصلے دے کر آگے پیچھے اسطرح چلنے لگے جیسے ایک دُوسرے سے بالکل لاتعلق ہوں۔ ایک محلے سے دُوسرے پھر تیسرے سے ہو کر وہ دونوں صوبیدار کی حویلی پہنچے۔ حویلی کے اِرد گرد سخت پہرہ لگا ہوا تھا اور چھاوٗنی میں فوجیں تیار کھڑی تھیں۔

ذیلدار اور خوددار بیگم کو حویلی سے کچھ دُور ہی روک لیا گیا۔ ایک مسلح پہرے دار نے بڑے رعب سے پوچھا، "تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو"؟

ذیلدار نے بتایا کہ وہ فلاں محلے کا ذیلدار ہے اور صوبیدار سے فوراً مُلاقات کرنا چاہتا ہے۔

"کس سلسلے میں مُلاقات کرنا ہے"؟ پہرے دار نے دُوسرا سوال کیا۔

"یہ میں صوبیدار کو بتاوٗں گا۔ انکو خبر کردو"۔ ذیلدار نے مختصر سا جواب دیا۔

پہرے دار کو شاید اطمینان نہیں ہوا۔ وہ سوچنے لگا۔

"میرے پاس وقت کم ہے صوبیدار کو اطلاع کرو ورنہ میں واپس جارہا ہوں"۔ ذیلدار نے بڑے رعب سے کہا۔

"تمہارے ساتھ یہ عورت کون ہے"؟، پہرے دار نے اِشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"یہ۔۔۔۔۔یہ خوددار بیگم ہے"۔ صوبیدار نے بے دھڑک ہو کر کہا۔

پہریدار اِس نام پر اُچھل پڑا۔ "خوددار بیگم! کیا واقعی ہی یہ خوددار بیگم ہیں"؟ پہریدار کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"ہاں میں خوددار ہوں"، لڑکی نے نقاب اُلٹ دیا۔

پہریدار تیر کی طرح حویلی کی طرف بھاگا پھر چند لمحوں بعد بنگالہ کا صوبیدار مرزا ولی خان ننگے سر، ننگے پیر اسکے ساتھ بھاگا ہوا آیا۔

"تُم خوددار بیگم ہو"؟، صوبیدار نے پھولی سانس کے درمیان حیرت سے پوچھا۔

"جی ہاں، میں ہی بد نصیب خود دار ہوں"، صوبیدار کو سلام کرتے ہوئے جواب دیا گیا۔

صوبیدار ان دونوں کو لیکر حویلی کی طرف بڑھا۔ وہ دروازے پر رُکا اور پہریدار سے کہا، "لشکر کو ہوشیار رہنے کا حُکم دیا جائے اور حویلی کے گرد پہرہ سخت کر دیا جائے"۔

صوبیدار یہ حکم دے کر اِنہیں ساتھ لئے حویلی میں داخل ہوا اور تیز قدم اُٹھاتا مہمان خانے میں پہنچ گیا۔

"خود دار بیگم!"، صوبیدار مرزا ولی خان نے دونوں کو بیٹھنے ک اِشارہ کرتے ہوئے کہا، "تم نے میری حویلی میں خود حاضر ہو کر مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہے جسکا بدلہ میں زندگی بھر نہ چکا سکوں گا۔ میں تم سے کوئی سوال نہیں کروں گا سوائے اسکے کہ کیا تم نے شہنشاہِ ہند اور ملکہ ممتاز محل کا اعلان سن لیا ہے"؟

"عالی مرتبت صوبیدار صاحب! میں اعلان سُن کر ہی آپکے پاس حاضر ہوئی ہوں"، خود دار بیگم غمگین لہجے میں بولیں، "میں خود کو بڑی بد نصیب سمجھتی تھی لیکن یہ سن کر مجھے بے اِختیار خوشی ہوئی کہ شہنشاہ اور ملکہ عالیہ بنگالہ سے ہزاروں میل دُور بیٹھ کر بھی اپنی غریب رعایا سے غافل نہیں۔ انکے حکم کی تعمیل میں، میں اس فتنے کو ختم کرنے کیلئے آپ سے پورا تعاون کروں گی"۔

"خود دار بیگم میں تمہیں کوئی حکم نہیں دے سکتا"۔ صوبیدار نے نرمی سے کہا، "تم خود ہمیں بتاؤ کہ کس تدبیر سے ہم ناظم خان پر قابو پا سکتے ہیں"؟

خود دار بیگم نے بڑے ناگوار طریقے سے پہلے ذہلدار کو دیکھا پھر تلخ لہجے میں بولی، "محترم معظم صوبیدار صاحب! میں اسلئے حاضر نہیں ہوئی کہ ناظم خان کی گرفتاری میں آپکی مدد کروں۔ ملکہ اور شہنشاہ کی یہ خواہش ہے کہ میری اور ناظم خان کی ملاقات کرائی جائے۔ آپ اِس ملاقات کا انتظام کیجئے۔ میں ناظم خان کو راہِ راست پر لانے کی کوشش کروں گی"۔

"اسکے معنی ہیں کہ اگر ناظم خان نے تم سے شادی کی خواہش کی تو تم رضامند ہو جاؤ گی"؟ صوبیدار نےئ خود دار بیگم کو ٹٹولا۔

"وقت سے پہلے میں اس سلسلے میں کچھ نہیں کہہ سکتی"۔ خود دار بیگم نے جواب دیا۔ "میں ناظم خان کو ناپسند نہیں کرتی لیکن اسکی حرکتیں ناپسندیدہ ہیں۔ وہ ایک شوریدہ سر اور لااُبالی طبیعت کا نوجوان ہے۔ اس نے مجھے شادی کا پیغام پہلے بھی دیا تھا لیکن اسکا انداز وحشیانہ اور متکبرانہ تھا اور میں نے اُسی وقت اِنکار کر دیا تھا"۔

"ٹھیک ہے خوددار بیگم! میں تمہاری ملاقات کا بندوبست کراتا ہوں"۔ صوبیدار خوددار بیگم کو ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا اسلئے اس نے اپنا لہجہ نہایت ملائم اور مشفقانہ رکھا۔

"ملاقات سے پہلے، میں اس بات کی ضمانت چاہوں گی کہ ناظم خان مجھے کسی قسم کا نقصان نہ پہنچا سکے"، خوددار بیگم نے صاف کہہ دیا، "ناظم خان کے اطوار پہلے ہی بگڑے ہوئے تھے اب طاقت بھی اسکے ہاتھ میں ہے وہ کوئی حرکت بھی کر سکتا ہے"۔

"اطمینان رکھو خوددار بیگم! ہم ایسا اِنتظام کریں گے کہ ناظم خان تمہیں میلی نظر سے بھی نہ دیکھ سکے گا"، صوبیدار نے اسے پُرزور الفاظ میں یقین دِلایا۔ "ہم تمہاری ملاقات فوجی چھاؤنی میں کرائیں گے اور اسے ملاقات کی دعوت تمہاری طرف سے دی جائے گی"۔

"مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں"۔ خوددار بیگم نے صوبیدار کی بات سے اِتفاق کیا۔

"عالی جناب صوبیدار صاحب! مجھے کچھ عرض کرنے کی اِجازت دی جائے"، ذیلدار نے دخل دے کر صوبیدار کو اپنی طرف متوجہ کیا۔

صوبیدار، خوددار بیگم سے باتوں میں اِس قدر منہمک تھا کہ ذیلدار کو قطعی نظر انداز کر گیا تھا۔ ذیلدار کی بات پر اس نے چونک کر دیکھا، "ضرور، ضرور تم خوددار بیگم کو میرے پاس لائے ہو، مجھے افسوس ہے کہ میں نے تمہارا شُکریہ بھی اَدا نہیں کیا"۔

"میں نے اپنا فرض اَدا کیا ہے صوبیدار صاحب!"، ذیلدار نے اَدب سے کہا۔ "میں بھی آپکا ایک معمولی کارندہ ہوں اور اس محلے کا ذیلدار ہوں جہاں خوددار بیگم رہتی تھیں۔ آپکا اعلان سن کر خوددار بیگم میرے پاس آئیں اور میں سیدھا یہاں آگیا۔ میں دِل سے چاہتا ہوں کہ خوددار بیگم کو میں اپنے ساتھ لے جاؤں لیکن کل کو یہ بات پھیل جائے گی کی خوددار بیگم میرے گھر پر مقیم ہیں۔ اس وقت ناظم خان پتہ نہیں کیا قیامت برپا کرے۔ اسلئے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ اِس یتیم کی حفاظت کی ذمہ داری آپ قبول فرمائیں"۔

صوبیدار نے مسکرا کر کہا، "ذیلدار مجھے یاد آگیا ہے کہ خوددار بیگم کی حفاظت کیلئے سب سے پہلے تم نے تلوار بلند کی تھی اور زخمی بھی ہوئے تھے لیکن ان حالات میں میرے لئے بھی یہ ممکن نہیں کہ خوددار بیگم کو تمہارے پاس چھوڑوں۔ یہ بچی اب میرے پاس میری بیٹی بن کر رہے گی"۔

"آپکا بہت بہت شُکریہ"، ذیلدار سلام کر کے کھڑا ہو گیا۔

"ذیلدار، میرے خیال میں تم ایک اہم کام کر سکتے ہو"۔ صوبیدار نے کسی خیال کے تحت کہا۔

"میں حاضر ہوں عالی جناب"، ذیلدار نے فوراً جواب دیا۔ "خوددار بیگم میری بھی بیٹی ہے۔ اسکے لئے میں بڑے سے بڑا خطرہ مول لے سکتا ہوں"۔

"ذیلدار! میرے خیال میں خوددار بیگم کی نمائندگی تم سے زیادہ بہتر طریقے پر کوئی اور نہیں کر سکتا"، صوبیدار نے کہا، "اگر تم کسی طریقے سے ناظم خان تک پہنچ جاؤ تو وہ تم سے ضرور گفتگو کرے گا اور تمہاری بات پر اسے جلد اعتباد بھی آجائے گا"۔

"میں اِس خدمت کیلئے تیار ہوں"، ذیلدار نے صوبیدار کی بات فوراًمان لی۔ "مگر میں نے سنا ہے کہ ناظم خان کی سینکڑوں پناہ گاہیں ہیں وہ کسی ایک جگہ نہیں ٹھہرتا۔ میں وہاں تک کیسے پہنچوں گا"؟

"تُم ٹھیک کہہ رہے ہو ذیلدار"، صوبیدار بولا، "مگر تم نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ اعلان ہوتے ہی ناظم خان نے لوٹ مار بند کر دی ہے۔ اس نے یہ ضرور سوچا ہو گا کہ اب ہماری طرف سے ملاقات کے سلسلے میں کوئی قدم اُٹھایا جائے۔ ہم ان پہاڑی راستوں کو جانتے ہیں جن سے گُزر کر ناظم خان اپنی پناگاہوں میں چھپ جاتا ہے۔ ہم تمہیں ان راستوں تک پہنچادیں گے۔ ممکن ہے ناظم خان کی نظر تم پر پڑ جائے یا اسکا کوئی آدمی گرتار کر کے تمہیں اسکے پاس لے جائے۔ آگے تمہارا کام ہو گا۔ جس طرح بہتر سمجھنا اسے ملاقات پر آمادہ کر لینا"۔

صوبیدار نے خوددار بیگم کو زنان خانے میں بھجوادیا پھر ذیلدار اور وہ بڑی دیر تک اس منصوبے کی جزئیات پر گفتگو کرتے رہے۔

دُوسرے دِن ذیلدار تیار ہو کر صوبیدار کے پاس پہنچ گیا۔ صوبیدار نے اُسے مزید ہدایات دیں پھر ایک جاسوس سوار کیساتھ ذیلدار کو ان پہاڑی دروں کیطرف بھیج دیا جہاں ناظم خان کی پناہ گاہ کا زیادہ امکان تھا۔ ذیلدار جاسوس کیساتھ گھوڑے سے گھوڑا ملائے ان خوفناک دروں تک پہنچ گیا جن میں داخل ہونے کی سرکاری فوج بھی جرات نہ کرتی تھی۔ جاسوس نے گھوڑا روک لیا اور آگے جانے سے معذوری ظاہر کی۔ ذیلدار نے جاسوس کو رخصت کر دیا اور خود گھوڑا بڑھائے ایک تنگ درے میں داخل ہو گیا۔

ذیلدار اس درے میں مشکل سے دو سو گز گیا ہو گا کہ پہاڑی چٹانوں اور درختوں نے جیسے آدمی اگلنا شروع کر دیئے۔ چند ہی لمحوں میں ڈیرھ دو سو مسلح آدمی ذیلدار کے گرد اِکٹھا ہو گئے۔ ذیلدار نے انہیں بڑی بے خوفی سے مخاطب کیا، "میرا خیال ہے کہ تم ناظم خان کے سپاہی ہو"؟

"تمہارا خیال ٹھیک ہے مگر تم کون ہو اور یہاں کیوں آئے ہو"؟، ایک آدمی نے منہ بنا کر کہا۔

"میں اس محلے کا ذیلدار ہوں جہاں خوددار بیگم رہتی تھی"۔

"تم خوددار بیگم کو جانتے ہو"؟دُوسرے آدمی نے بات کاٹ کر پوچھا۔

"صرف جانتا ہی نہیں ہوں بلکہ اسکا پیغام لیکر آیا ہوں"۔

"خوددار بیگم اس وقت کہاں ہے"۔ایک نے خونخوار نظروں سے ذیلدار کو دیکھا۔

"اسکا جواب صرف ناظم خان کو دیا جاسکتا ہے"۔ذیلدار نے بے پروائی سے کہا۔

"میں ناظم خان کا نائب ہوں۔ مجھے بتاؤ کہ خوددار بیگم کہاں ہے"؟،خونخوار نظروں والے نے تلوار کھینچ لی۔

"میں نے سنا ہے کہ ناظم خان بڑا بہادر ہے"،ذیلدار نے حقارت سے کہا۔"لیکن اس نے ایک ایسے بزدل شخص کو نائب بنایا ہے جو ایک نہتے اِنسان پر تلوار کھینچ رہا ہے"۔

نائب کو شاید شرم آگئی وہ نرمی سے بولا،"اچھا یہ تو بتادو کہ خوددار بیگم بنگالہ میں ہے یا اسے آگرہ بھیج دیا گیا ہے"؟

"میں کہہ چکا ہوں کہ میں ناظم خان کے نام خوددار بیگم کا پیغام لایا ہوں"،ذیلدار نے چڑ کے کہا،"اِس سے زیادہ میں اور کچھ نہیں بتا سکتا۔ مجھے ناظم خان کے پاس لے چلو ورنہ میں واپس جارہا ہوں"۔

"ہماری اِجازت کے بغیر تم واپس کیسے جاسکتے ہو"؟،سرپھرے نائب نے قہقہ لگایا۔

"نادان اِنسان"،ذیلدار نے غصے سے کہا،"میں نہ تمہاری اِجازت سے یہاں آیا ہوں نہ واپسی کیلئے مجھے تمہاری اجازت کی ضرورت ہے۔ ایک بات کان کھول کر سن لو۔ اگر تم نے میرا راستہ روکا اور میں مارا گیا تو ناظم خان کی خوددار بیگم سے عمر بھر ملاقات نہ ہوسکے گی۔ صرف میں ہی ان دونوں کو ملاسکتا ہوں"۔

نائب فوراً نرم پڑ گیا،بولا،"تم بلاوجہ ناراض ہوگئے۔ میں تو صرف مذاق کررہا تھا۔ تم اس ہستی کے قاصد ہو جسکی یاد میں ناظم خان نے اپنی ہستی مٹا دی ہے میرے ساتھ آؤ میں تمہیں ناظم خان کے پاس لے چلتا ہوں"۔

نائب نے اپنے آدمیوں کو اِشاروں سے کچھ سمجھایا پھر ذیلدار کو ساتھ لیکر ایک دُوسرے درے میں داخل ہوگیا۔ کئی پُرخطر پہاڑی پگڈنڈیوں اور خوفناک گھاٹیوں سے گزر کر ناظم خان کا نائب ایک جگہ پر رُک گیا اور ذیلدار کو وہیں چھوڑ کر ایک خوفناک غار میں چلا گیا۔ ذیلدار کو اندازہ ہوگیا

کہ سرکاری فوج کی ناکامی کی اصل وجہ یہی خطرناک گھاٹیاں اور گھنے جنگلات ہیں۔ کچھ دیر بعد نائب واپس آیا۔ ناظم خان اسکے ساتھ تھا۔ دونوں کی نظریں ملیں اور اُنہوں نے ایک دُوسرے کو پہچان لیا۔

ناظم خان نے مُسکراتے ہوئے کہا،"میں اگر غلطی پر نہیں ہوں تو تم محلے کے وہی ذیلدار ہو جس نے خوددار بیگم کے دروازے پر میرا راستہ روکا تھا"۔

ذیلدار نے محسوس کیا کہ خوددار بیگم کہتے وقت اسکا چہری متغیر ہو گیا تھا۔ اس نے جواب دیا،"ہاں اُس دن میں نے تمہارا راستہ روکا تھا اور آج وہ راستہ دیکھانے آیا ہوں جو تمہیں خوددار بیگم تک پہنچا سکتا ہے"۔

ناظم خان نے اسے مشکوک نظروں سے دیکھا اور بولا،"میں تمہارے صوبیدار کے جاسوسوں سے تنگ آگیا ہوں۔ روز کوئی نہ کوئی بہروپ بھر کے آتا ہے پھر بھی میں تمہیں گفتگو کا موقع ضرور دوں گا کیونکہ میرے نائب نے بتایا ہے کہ تم خوددار بیگم کا کوئی پیغام لیکر آئے ہو"۔

اِس نے ذیلدار کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔ تاریک غار اس وقت مشعلوں کی روشنی سے جگمگا رہا تھا۔ یہ غار دراصل ایک پہاڑی سرنگ تھی۔ اِسکا اِختتام ایک پہاڑی گھاٹی میں ہوتا تھا۔ اس پہاڑی میں بے شمار جھونپڑیاں اور خیمے ایستادہ تھے اور چاروں طرف بلند پہاڑیاں تھیں۔ ناظم خان اسے ایک بڑے خیمے میں لے گیا۔

ذیلدار نے بیٹھتے ہی گفتگو کا آغاز کر دیا۔ اس نے کہا،"ناظم خان میں تمہارے ہاتھ سے زخمی ہوا تھا۔ تم کو یہ شُبہ ہو گا کہ میں تمہارا دُشمن ہوں اور خوددار بیگم کے حوالے سے تمہیں کسی جال میں پھانسنے آیا ہوں۔ اس سلسلے میں ایک مسلمان کی حیثیت سے قسم کھا کر ہی تمہیں یقین دِلا سکتا ہوں۔ میں تمہاری بہادری کا قائل ہوں اور تمہیں پسند بھی کرتا ہوں کیونکہ خوددار بیگم تمہیں ناپسند نہیں کرتی"۔

ذیلدار جان بوجھ کر اپنی گفتگو میں بار بار خوددار بیگم کا نام لے رہا تھا۔ جسکا نام سن کر ناظم خان کی رنگت کچھ عجیب سی ہو جاتی تھی۔

ذیلدار اسے گفتگو کا کم سے کم موقع دینا چاہتا تھا۔ اسلئے کچھ رُک کر بولا،"ناظم خان! میں یہ نہیں کہتا کہ تم میری باتوں پر اعتبار کرو میں تو صرف وہ فرض اَدا کرنے آیا ہوں جو تمہارے اور خوددار بیگم کے حوالے سے مجھے سونپا گیا ہے"۔

"ذیلدار!"۔اس نے درد میں ڈوبے لہجے میں کہا،"کیا میں یقین کر لوں کہ خوددار بیگم اب تک زندہ ہے؟ مجھے جاسوسوں نے بتایا ہے کہ صوبیدار نے میری دُشمنی میں خوددار بیگم کو قتل کرادیا ہے۔ایک جاسوس نے یہ خبر بھی دی ہے کہ خوددار بیگم کو قلعہ بھیج دیا گیا ہے"۔

"ناظم خان تم نے فارسی کا یہ مقولہ ضرور سُنا ہو گا،شنیدہ کے بود مانند دیدہ (سنی ہوئی بات دیکھی ہوئی بات کے سامنے حقیقت نہیں رکھتی) یہی فرق تمہارے جاسوسوں اور میری بات میں ہے۔اگر میں یہ کہوں کہ صرف چھ گھنٹے پہلے میں نے خوددار بیگم سے خود گفتگو کی ہے تو کیا تم یقین کر لو گے"؟

وہ کمالِ حیرت سے اچھل پڑا۔اسکے کرخت اور مرجھائے اور چہرے پر مسرت کی ایک لہر دوڑ گئی۔اس نے بڑی حسرت اور نرمی سے کہا،"کیا تم سچ کہہ رہے ہو"؟

ذیلدار کو اسکے بدلے ہوئے رویے سے بڑی خوشی ہوئی۔اس نے کہا،"اگر تم میری بات پر یقین کرو تو میں تمہیں خوددار بیگم کے بارے میں کچھ اور بھی بتا سکتا ہوں"۔

"میرا دِل کہہ راہے کہ تم سچ کہہ رہے ہو"۔ناظم خان کا تنفس تیز ہو گیا۔"مجھے بتاؤ کہ خوددار بیگم کیسی ہے"؟

ذیلدار نے کہنا شروع کیا،"صوبیدار مرزا ولی خان جب تمہیں گرفتار کرنے میں ناکام ہو گیا تو شاہی پرچا نویس نے شہنشاہِ ہند کو تمہارے بارے میں پرچا بھیج دیا۔میں نہیں جانتا تھا کہ پرچا نویس نے شہنشاہ کو کیا لکھا لیکن اس پرچے کے جواب میں شہنشاہِ ہند اور ملکہ ممتاز محل نے صوبیدار بنگالہ کو ایک تاکیدی فرمان جاری کیا جس میں حکم دیا گیا کہ ناظم خان کی بغاوت کی وجہ ایک لڑکی کی ناراضی ہے۔اسلئے صوبیدار کو چاہیے کہ وہ ناظم خان اور اُس لڑکی میں ملاقات کا بندوبست کرے اور صلح صفائی کرا کے اس جھگڑے کو ختم کرائے۔صوبیدار نے اسی حکم کے تحت ایک اعلان کرایا جسکی تمہیں خبر مل گئی ہو گی"۔

"ہاں! مجھے معلوم ہے"۔اس نے کہا،"لیکن میں اسے صوبیدار کی ایک چال سمجھا تھا"۔

"نہیں"،ذیلدار نے تردید کرتے ہوئے کہا۔ "سلطنتِ مغلیہ کا کوئی صوبیدار، شہنشاہ کے نام پر کسی کو فریب نہیں دے سکتا۔ خوددار بیگم تمہارے خوف سے کسی جگہ چھپی ہوئی تھی۔ صوبیدار کے اعلان میں جب اس نے سنا کہ شہنشاہ اور ملکہ عالیہ اس معاملے من دِلچسپی لے رہے ہیں تو وہ خود صوبیدا کے سامنے حاضر ہو گئی اور اسے اپنے تعاون کا یقین دِلایا"۔

"اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خوددار بیگم مجھ سے شادی پر آمادہ ہے"۔ اس نے بڑی اُمید سے پوچھا۔

ذیلدار نے فوراً کہا، "یہ مسئلہ تمہاری اور خوددار بیگم کی براہِ راست گفتگو میں طے ہو سکتا ہے۔ صوبیدار کی خواہش کے کہ تم دونوں کی ملاقات کرائی جائے اور تم اپنے طور پر بغیر کسی دباؤ کے اس بات کا فیصلہ کرو"۔

"میں خوددار بیگم سے کہاں مل سکتا ہوں"؟ وہ بے چین ہو گیا۔

"صوبیدار تمہاری ملاقات اپنی حویلی کے پاس فوجی چھاؤنی میں کرانا چاہتا ہے"۔

"اس لئے کہ اگر مزاکرات ناکام ہو جائیں تو وہ مجھے آسانی سے گرفتار کرلے"؟ وہ ایکدم بھڑک اُٹھا۔ "اگر صوبیدار مخلص ہے تو اُسے چاہیے کہ خوددار بیگم کو میرے علاقے میں بھیجے"۔

"تاکہ اگر گفتگو ناکام ہو جائے تو تم خودار بیگم کو زبردستی حاصل کرلو"۔ ذیلدار نے اسکا جواب اسی پر لوٹایا۔ وہ اس منہ توڑ جواب سے ہکابکا رہ گیا۔ ذیلدار کھڑا ہو گیا اور بولا، "ناظم خان مجھے افسوس ہے کہ ہماری بات چیت ناکام ہو گئی۔ اسکے ساتھ ہی تمہارے متعلق میری رائے بھی بدل گئی ہے۔ میرا خیال تھا کہ تم خوددار بیگم سے محبت کرتے ہو مگر یہ صرف تمہارا ایک ڈھونگ تھا۔ میں نے اور صوبیدار نے بڑی مشکل سے خوددار بیگم کو تم سے ملاقات پر آمادی کیا تھا حالانکہ خوددار بیگم نے کہ تھا کہ ناظم خان برائی کی راہوں پر اِتنی دور پہنچ چکا ہے کہ شاید وہ اسے وہاں سے واپس نہ لا سکے"۔

"بس کرو، خدا کیلئے مجھے طعنے نہ دو۔ میں تیار ہوں۔ وہ وقت مقرر کرے میں چھاؤنی میں پہنچ جاؤں گا، خواہ مجے اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑے"۔

ذیلدار پھر بیٹھ گیا اور نرمی سے بولا، "ناظم خان وہم کو دل میں جگہ نہ دو۔ شہنشاہ کا فرمان جاری ہونے کے بعد صوبیدار تمہیں گرفتار نہیں کر سکتا۔ اب یہ تم پر موقوف ہے کہ تم خوددار بیگم کا دِل کس طرح جیتتے ہو۔ اگر تم نے پہلے جیسا رویہ اِختیار کیا اور رعب وداب سے کام لیا تو خوددار بیگم تم سے زیادہ ضدی ہے۔ وہ خشک لکڑی ہے جسے توڑا تو جا سکتا ہے لیکن اس میں لچک پیدا نہیں کی جا سکتی"۔

"اطمینان رکھو"، ناظم خان سے استقلال سے کہا۔ "میں خوددار بیگم کی تمام شرائط تسلیم کر لوں گا"۔

ذیلدار اپنی خطرناک مہم سے کامیاب واپس آیا۔ آئندہ دو دِنوں میں ملاقات کی تفصیلات طے ہو گئیں اور ایک زُبانی معاہدے کے تحت طے پایا کہ ناظم خان صرف پچاس سواروں کیساتھ چھاؤنی میں آئے گا۔ خوددار بیگم اور ناظم خان ایک خیمے میں ہوں گے جو چھاؤنی کے سرے میں نصب کیا جائے گا۔ اسکے محافظ سوار خیمے سے دو سو گز دُور ہوں گے لیکن خوددار بیگم کی حفاظت کیلئے دس سوار خیمے سے باہر موجود رہیں گے۔ وہ ایک سوار کو اپنے ساتھ خیمے تک لا سکے گا۔

بنگالہ کے تمام لوگوں کی نظریں اس ملاقات پر لگ گئیں۔ ملاقات کے معاملات بڑے اچھے ماحول میں طے ہوئے تھے اور ملاقات کی ناکامی کا کسی کو ذرہ برابر امکان نہ تھا۔ ناظم خان وقتِ مقررہ پر پچاس سواروں کیساتھ چھاؤنی پہنچ گیا۔ اسکے محافظ سوار خیمے سے دو سو گز دور ٹھہر گئے۔ خوددار بیگم پہلے ہی خیمے میں پہنچا دی گئیں تھی۔ ناظم خان ایک سوار کو لیکر ہزاروں آرزوؤں اور تمناؤں کیساتھ خیمے کی طرف بڑھا۔ وہ طے کر کے آیا تھا کہ خوددار بیگم کی ہر بات مان لے گا اور کوئی ایسی بات نہ کہے گا جس سے وہ ناراض ہو۔

ناظم خان خیمے کے سامنے پہنچ کر گھوڑے سے اُترا۔ گھوڑے کی لگام اس نے اپنے ساتھی کو پکڑا دی پھر آگے بڑھا اور دھڑکتے دِل سے خیمے کا پردہ اُٹھایا۔ اسکی جانِ تمنا سامنے بیٹھی تھی۔ دونوں کی نظریں ملیں۔ خوددار بیگم اسکے استقبال کیلئے کھڑی ہو گئی۔ ناظم خان پر ایک سرشاری چھا گئی۔ اسکے جسم میں بجلیاں سی کوندنے لگیں اور وہ ہاتھ لرزنے لگا جس سے وہ خیمے کا پردہ تھامے ہوئے تھا۔ ناظم خان دیدارِ محبوب کی کیف میں ڈوبا ہوا تھا کہ اسی وقت اسکے ساتھی کی باہر سے آواز آئی، "سردار۔۔ خطرہ۔۔۔ دھوکا"

ناظم خان جیسے خواب سے چونکا۔ پردہ اسکے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ وہ تیزی سے پلٹا اور اُچک کر اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ سامنے اسکے محافظ سواروں اور صوبیدار کے فوجی دستوں میں تلواریں چل رہی تھیں۔ خوددار بیگم دوڑ کر پردے کے پاس آئی اس نے جھانک کر دیکھا۔ ناظم خان اپنے ساتھیوں تک پہنچ چکا تھا۔ اسکی تلوار بجلی کی طرح چمک رہی تھی۔ اِس کے دِل میں ایک ٹیس سی اُٹھی۔ وہ سینہ دبا کر خیمے کے دروازے پر بیٹھ گئی۔

کچھ ہی دیر میں میدان صاف ہو گیا۔ ناظم خان فوجی دستوں سے لڑتا بھڑتا نکل گیا۔ اسکے دو ساتھی مارے گئے اور صوبیدار کے پانچ فوجی اس مختصر جھڑپ میں کام آئے۔ صلح کا ایک بہترین موقع ہاتھ سے نکل گیا۔ پورے بنگالہ میں ایک بار پھر آگ اور خون کا کھیل شروع ہو گیا۔ ناظم خان پہلے سے زیادہ بپھر گیا تھا۔ اس نے حق اور ناحق سے بھی منہ پھیر لیا اور تباہی مچادی۔

سب کا خیال تھا کہ صوبیدار نے ناظم خان کیساتھ دھوکا کیا اور اُس نے ناظم خان کو گرفتار کرنے کیلئے سارا ڈرامہ کھیلا۔ خوددار بیگم اور ذیلدار کا بھی یہی خیال تھا۔ صوبیدار مرزا ولی خان اپنی جگہ شرمندہ تھا۔ اس نے واقعے کی تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ ناظم خان کے محافظ سوار دو سو گز کی مقررہ حد کے اندر چند گز آگے بڑھ آئے تھے۔ یہ کوئی ایسی اہم بات نہ تھی جس سے جھگڑا کیا جاتا مگر صوبیدار کا ایک منچلا سردار یہ بات برداشت نہ کر سکا اور اپنے ایک سو سوار لیکر انکے پاس پہنچ گیا۔ ناظم خان کے محافظوں نے پیچھے ہٹنے سے انکار کر دیا جسکے نتیجے میں جنگ چھڑ گئی۔

بظاہر جھگڑے کی یہی وجہ بیان کی گئی ہے اب پتا نہیں صوبیدار کے دِل میں کیا تھا اور جو کچھ ہوا اس میں اسکی مرضی کا کتنا دخل تھا۔ بہرحال بنگالہ کا سکون دُوبارہ برباد ہو گیا اور صلح کی تمام اُمیدیں خاک ہو گیئں۔

صوبیدار اپنی ناکامی پر بہر جھلایا ہوا تھا۔ پرچانویس نے مغل دربار کو تمام حالات سے باخبر کر دیا اور شہنشاہ نے اسے حکم دیا کہ ناظم خان کو زندہ یا مُردہ دربار میں بھیجا جائے۔ صوبیدار نے ایک بار پھر ذیلدار اور خوددار بیگم کا تعاون حاصل کرنے کی کوشش کی۔ ذیلدار نے صاف جواب دے دیا اور کہا خواہ اسے پھانسی پر ہی کیوں نہ چڑھا دیا جائے لیکن اب وہ ناظم خان کے پاس نہیں جائے گا۔ خوددار بیگم بھی ان حالات میں صوبیدار کیساتھ تعاون پر آمادہ نہ تھی۔ اس نے کسی فیصلے پر پہنچنے کیلئے صوبیدار سے مہلت مانگی۔

اور پھر ایک دِن کو ددار بیگم حویلی سے غائب ہو گئی۔ صوبیدار نے اسے تلاش کرنے کی بہت کوشش کی مگر اسے کامیابی نہ ہوئی۔ اسے یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ خوددار بیگم اتنے پہرے کے باوجود حویلی سے کس طرح نکل گئی۔ ایک طرف ناظم خان نے آفت مچا رکھی تھی، دوسری طرف خوددار بیگم کی گمشدگی۔ وہ اس دہری مصیبت سے گھبرا گیا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ پوری وقت سے ناظم خان پر حملہ کرے گا اور اسے گرفتار کر کے رہے گا۔ اِسی دوران ناظم خان کا ایک آدمی کسی بات پر ناراض ہو کر اسے چھوڑ کر صوبیدار سے آن ملا۔ وہ گھر کا بھیدی تھا اور ناظم خان کی تمام پناہ گاہوں سے اچھی طرح واقف تھا۔ ادھر وہ ناظم خان سے بھی ملا رہا اور صوبیدار کو ناظم خان کی نقل و حرکت سے آگاہ کرتا رہا۔ وہ ناظم خان کا ایک پرانا ساتھی تھا اسلئے اسکی در پردہ حرکتوں پر اسے شُبہ نہ ہوا۔

ایک دِن ناظم خان اپنی پناہ گاہ میں بیٹھا کسی نئی مہم پر گفتگو کر رہا تھا کہ اس کے پہرے داروں نے تیرہ چودہ سال کے ایک لڑکے کو اسکے سامنے پیش کیا۔ ایک پہرے دار نے بتایا کہ یہ لڑکا ایک درے میں بھاگتا ہوا آ رہا تھا۔ جب اسے پکڑ کر پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ ناظم خان کو ایک اہم خبر دینا چاہتا ہے۔

ناظم خان نے لڑکے کو دلچسپی سے دیکھا۔ وہ معمولی کپڑے پہنے تھا اور سر پر چھوٹی سے پگڑی بندھی تھی۔ ناظم خان نے ہنس کر پوچھا، "لڑکے تم کیا اہم خبر لائے ہو"؟

لڑکے نے بڑی سنجیدگی سے کہا، "ناظم خان اگر تم نے یہ جگہ فوراً خالی نہ کی تو ایک گھنٹے کے اندر اندر گرفتار کر لئے جاؤ گے"۔

"مجھے کون گرفتار کر سکتا ہے"۔ ناظم خان نے اسکا مذاق اُڑایا۔

"ہوش میں آو"، لڑکا غصے سے بولا، "میری بات پر یقین نہیں آتا تو جنوبی پہاڑی پر کسی کو بھیج کر معلوم کراؤ۔ سرکاری فوجوں نے تمہیں چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ تمہارا ہی ایک آدمی صوبیدار اور اسکے لشکر کو یہاں تک لیکر آیا ہے"۔

ناظم خان نے پہلے لڑکے کا مذاق اُڑایا لیکن اب نہ معلوم اسے لڑکے کی باتوں میں کیا سچائی نظر آئی وہ اپنی جگہ سے اُٹھا اور بولا، "اس لڑکے کا تم لوگ خیال رکھو۔ میں خود دیکھ کر آتا ہوں"۔

یہ کہہ کر ناظم خان پہاڑی بندر کی طرح پہاڑیاں اور چٹانیں پھاندتا ہوا جنوبی پہاڑی پر پہنچ گیا۔ وہاں سے اس نے نیچے جھانک کر دیکھا تو حواس باختہ رہ گیا۔ سرکاری فوج کیڑے مکوڑوں کی طرح ہر طرف پھیلی ہوئی تھی اور آہستہ آہستی ہپاڑی کے گرد گھیرا ڈال رہی تھی۔ وہ اسی طرح بھاگتا ہوا پناہ گاہ میں واپس آیا اور خطرے کا اعلان کیا۔ اس نے حکم دیا کہ سوائے اسلحہ اور زروجواہر کے تمام چیزیں چھوڑ دی جائیں۔

لڑکا بڑی خاموشی اور دِلچسپی سے انہیں زروجواہر تھیلیوں میں بھرتے دیکھ رہا تھا۔ اس سے فارغ ہو کر اُنہوں نے اسلحہ جسم پر سجالیا اور چلنے کیلئے تیار ہوئے۔

لڑکے نے مسکرا کہا کر، "ناظم خان! تم نے میری بات ہنسی میں اُڑادی تھی۔ اب یقین آیا تمہیں"؟

"بے شک تم سچے ہو لڑکے"، ناظم خان نے ندامت سے کہا۔

"تم چاروں طرف سے گھر چکے ہو"، لڑکے نے ہنس کے کہا، "بچ نکلنے کا کوئی راستہ نہیں"۔

ناظم خان کو لڑکے کی ہنسی بڑی ناگوار گُزری۔ اس نے جل کہ کہا، "میں لڑتا بھڑتا نکل جاؤں گا"۔ اور ایکطرف چلنے لگا۔

"ٹھہرو!"، لڑکے نے اسطرح کہا جیسے کوئی کمانڈر اپنی فوج کو حکم دیتا ہے۔ اسکے قدم ایک دم رُک گئے۔

"میری بات پر یقین کرو تم مشرقی درے سے نکل جاؤ"، لڑکے نے مشورہ دیا۔ "صوبیدار کے فوجی اس راستے پر نہیں ہیں"۔

ناظم خان نے لڑکے کی بات بلا چون و چرا مان لی اور اپنا رُخ مشرق کی طرف کر لیا۔ چند قدم چلنے کے بعد وہ رُکا اور بولا، "لڑکے تم کہاں جاؤ گے؟ اگر صوبیدار نے تمہیں یہاں پایا تو مخبری کے اِلزام میں سخت سزا دے گا"۔

"میں۔۔۔۔ میں۔۔۔" لڑکا سوچنے لگا۔

"اس وقت تم میرے ساتھ چلو"، ناظم خان بولا۔ "تم میرے محسن ہو میں نہیں چاہتا کہ تم کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤ"۔

لڑکا سر ہلاتا ہوا اسکے ساتھ ہو لیا۔

مشرقی درے کا راستہ بالکل صاف تھا۔ ان دروں تک آنے کا سب سے صاف اور سہل راستہ یہی تھا۔ صوبیدار نے اس راستی سے پیش قدمی اسلئے نہ کی تھی کہ اسے یہاں شدید مزاحمت کا خیال تھا۔ اسکے فوجی دستے اس راستے سے کئی بار داخل ہوئے تھے اور ناظم خان نے انہیں تباہ کر کے رکھ دیا تھا۔ صوبیدار نے ادھر سے خطرہ مول لینے کی بجائے تین سمتوں سے ناظم خان کی پناہ گاہ کو گھیرا تھا۔ اور اب وہ گھیرا تنگ کر رہا تھا۔

صوبیدار نہایت احتیاط سے پیش قدمی کرتا ہوا شام کے وقت ناظم خان کی پناہ گاہ تک پہنچ گیا۔ پناہ گاہ کے باہر جگہ جگہ اب بھی چولہے گرم تھے اور بعض چولہوں سے دُھواں نکل رہا تھا۔ گھوڑوں کے باڑے میں تمام گھوڑے بندھے ہوئے تھے۔ صوبیدار کو یقین ہو گیا کہ ناظم خان اور اسکے ساتھی غار کے اندر پناہ گاہ میں موجود ہیں۔ اس نے پناہ گاہ کو اچھی طرح سے گھیر لیا اور جگہ جگہ اپنے بندوقچی اور تیر انداز بٹھا دیئے۔ باڑ کھول کر اس نے تمام گھوڑوں کو بھگا دیا۔ اب وہ اپنے محافظ دستوں کو ساتھ لیکر پناہ گاہ کے بالکل سامنے پہنچ گیا پھر اس نے ایک فوجی کو حکم دیا کہ غار کے دہانے پر کھڑے ہو کر وہ ناظم خان کو ہتھیار ڈالنے کا حکم دے۔

فوجی ڈرتے ڈرتے دہانے پر پہنچا اور ایک محفوظ جگہ کھڑے ہو کر اس نے آواز لگائی، "ناظم خان تمہارے لئے صوبیدار بنگالہ مرزا ولی خان کا حکم ہے کہ ہتھیار ڈال کر باہر آجاؤ۔ تمہارے بھاگنے کے تمام راستے بند ہو چکے ہیں"۔

فوجی جواب کا انتظار کرنے لگا۔ کوئی جواب نہ آیا تو اس نے حکم کو پھر سے دُہرایا۔ پھر بھی کوئی جواب نہ ملا۔ اس طرح اس نے متعدد بار چیخ چیخ کر اعلان کیا مگر اندر سے کوئی جواب نہ آیا۔

صوبیدار سب کچھ دیکھ اور سُن رہا تھا۔ اس نے حکم دیا کہ پانچ سو فوجی پناہ گاہ میں گھس جائیں اور ناظم خان کو گرفتار یا قتل کر دیں۔ فوجیوں کا ریلا غار میں داخل ہو گیا۔ غار اندر جا کر کافی چوڑا ہو گیا اور کئی جگہ شمعیں روشن تھیں۔ سامان ادھر اُدھر بکھرا پڑا تھا۔ لیکن غار کے اندر کوئی موجود نہ تھا۔ اُنہوں نے واپس آکر صوبیدار کو اِطلاع دی۔ اس نے اندر جا کر معائنہ کیا۔ غار سے باہر جانے کا کوئی راستہ اسے دیکھائی نہ دیا۔ وہ سخت پریشان ہوا اور اسے غصہ بھی آیا۔

اس وقت وہ مخبر جو ناظم خان سے باغی ہو گیا تھا، صوبیدار کے پاس آیا اور کہا، "اعلیٰ حضرت صوبیدار صاحب! ناظم خان کو عین وقت پر ہمارے حملے کا پتا لگ گیا اور وہ ہماری آنکھوں میں دھول جھونک کر نکل گیا"۔

"میرا بھی یہی خیال ہے"، صوبیدار ہونٹ چباتا ہوا بولا۔ "مگر کب تک بچے گا میں جہنم تک اسکا پیچھا کروں گا"۔

صوبیدار کو ناظم خان کی پناہ گاہ سے کام کی کوئی چیز نہ ملی وہ بے نیل مرام جہانگیر نگر لوٹ گیا۔

دُوسری طرف ناظم خان پہاڑیوں کی آڑ لیتا ہوا شام تک چلتا رہا اور رات ہونے پر وہ اپنی ایک اور پناہ گاہ میں پہنچ گیا۔ یہ مقام پہلے سے زیادہ بھی محفوظ تھا لیکن ناظم خان کے دِل میں شاید پکڑے جانے کا خوف بیٹھ گیا تھا۔ اسکا یہ خوف درست بھی تھا۔ صوبیدار چند دِن جہانگیر نگر میں آرام کر کے پھر پورے لاؤ لشکر کیساتھ ناظم خان کی تلاش میں نکل پڑا۔ ناظم خان بھی ایک دو دِن سے زیادہ کسی جگہ نہ ٹھہرتا اور پناہ گاہیں بدلتا رہتا۔ اسی وجہ سے اسکے ساتھیوں کو لوٹ مار اور ڈاکہ زنی کا زیادہ موقع نہ ملتا اور کئی کئی دِن تک پناہ گاہوں میں چھپا رہنا پڑتا۔

ناظم خان کا محسن لڑکا اسکے ساتھ تھا۔ وہ دِن رات ناظم خان کی خدمت میں لگا رہتا۔ اسکے آرام کا پورا پورا خیال رکھتا اور اس نئے خطرے کے پیشِ نظر تمام رات ننگی تلوار لیکر ناظم خان کی حفاظت کرتا رہتا۔ ناظم خان کمسن لڑکے کی بے لوث خدمت سے بہت خوش تھا۔ اسکے دِل میں لڑکے کیلئے جگہ پیدا ہو گئی تھی۔

ناظم خان کے ساتھی عام طور پر خونی اور ڈاکو تھے۔ انہیں صوبیدار کے ڈر سے پناہ گاہ میں چھپنا پسند نہ تھا۔ انہیں قتل و خون کا چسکا پڑا ہوا تھا۔ ناظم خان کے مزاج میں لڑکے کی خدمت اور گاہے بگاہے دوستانہ نصیحت سے ٹھہراؤ پیدا ہو گیا تھا۔ وہ اپنے ساتھیوں کو تحمل اور احتیط سے کام کرنے کا حکم دیتا تو اسکے ساتھی اور بھی بگڑ جاتے اور کبھی کبھی لڑنے مرنے پر تل جاتے۔ اِس نے یہ رنگ دیکھا تو اپنا تمام زر و جواہر ان میں تقسیم کر دیا تاکہ کچھ دِن سکون اور اطمینان سے زندگی بسر کر سکے لیکن دولت پاتے ہی انہوں نے ایک ایک کر کے ناظم خان کا ساتھ چھوڑنا شروع کر دیا۔

ناظم خان سخت پریشان ہو گیا۔ اس نے چاہا کہ دوبارہ گروہ ترتیب دے اور لوٹ مار کا بازار گرم کرے لیکن کمسن لڑکا ایک سخت چٹان کی طرح اسکے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اس نے ہاتھ باندھ کہ کہا، "میرے آقا اور سردار، میں نے آپکو صوبیدار سے اسلئے نہیں بچایا تھا کہ آپ دوبارہ قتل و غارت کو اپنا پیشہ بنائیں۔ آپکو اللہ تعالیٰ کا شُکر گُزار ہونا چاہیے کہ اس نے آپکو ایک نئی زندگی گُزارنے کا موقع دیا ہے۔ آپ اپنے جن ساتھیوں کو وفادار سمجھتے ہیں وہ سب وقت کے بندے ہیں۔ دولت کے غلام ہیں۔ آپکا ایک ساتھی پہلے ہی صوبیدار سے مل گیا ہے۔ آپ جتنا بڑا گروہ بنائیں گے اتنے ہی زیادہ دُشمن پیدا کریں گے۔ میری سمجھ میں جو بات آئی میں نے کہہ دی، آگے آپکو اِختیار ہے"۔

لڑکے کی ایک ایک بات ناظم خان کے دِل میں بیٹھ گئی۔ وہ بہت دیر تک خاموش بیٹھا سوچتا رہا پھر سر اُٹھا کے بولا، "میں کس قدر خود غرض ہوں کہ میں نے آج تک اپنے محسن کا نام بھی نہیں پوچھا اور نہ تم نے خود بتانے کی کوشش کی"۔

لڑکے نے مُسکرا کر کہا، "نام میں کیا رکھا ہے، آپ مجھے بیگ کے نام سے پکار سکتے ہیں"۔

"بیگ تم اِنسان نہیں فرشتے ہو"۔ ناظم خان نے اُسے تحسین آمیز نظروں سے دیکھا۔ "خدا نے شاید میری اِصلاح کیلئے تمہیں آسمان سے بھیجا ہے۔ مجھے آج تک کسی شخص نے اس انداز سے نہیں سمجھایا"۔

"میں فرشتہ نہیں بلکہ آپکا خدمت گُزار ہوں"۔ لڑکا سر جھکا کر بولا، "میں نے آپکی بہادری کے ہزاروں قصے سنے ہیں۔ لوگ اب بھی آپ سے محبت کرتے ہیں اور خدا سے دُعا کرتے ہیں کہ آپ برے کام چھوڑ دیں۔ اس دن جب میں نے دیکھا کہ صوبیدار کا لشکر آپکو گھیرے میں لے رہا ہے تو میرے دِل میں یہ جذبہ پیدا ہوا کہ آپ جیسے بہادر کی مدد کروں اور آپکو گرفتار نہ ہونے دوں۔ میں نے بھی آپکے لئے ہمیشہ یہی دُعا مانگی ہے کہ خدا آپکو ایک نیک اِنسان بنا دے"۔

"بیگ خوش ہو جاؤ"۔ اس نے بڑے اطمینان سے کہا۔ "میرے لئے نیکی کی دُعائیں مانگنے والوں کی خدا نے سن لی ہے۔ میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر عہد کرتا ہوں کہ اب کوئی بُرا کام نہ کروں گا"۔

بیگ فوراً سجدے میں گر کر خدا کا شُکر بجا لایا۔ اس دِن سے اسکی دُنیا ہی بدل گئی۔ اس نے تمام بُرے کاموں سے توبہ کرلی اور دور دراز کے ایک گاؤں میں چلا گیا۔ بیگ ایک سچے اور وفادار دوست کی طرح اسکے ساتھ تھا۔ اب وہ دِن بھر محنت مزدوری کرتے اور رات کو اطمینان کی نیند سوتے تھے۔

اِس بات کو کچھ ماہ گُزر گئے۔ لوگ آہستہ آہستہ ناظم خان کو بھولنے لگے مگر صوبیدار مرزا ولی خان اپنے دُشمن کو نہ بھول سکا۔ وہ اسکی کھوج میں لگا رہا۔ اسکے جاسوس قصبوں اور دیہاتوں میں مارے مارے پھرتے رہے۔

آخر صوبیدار کو اسکا پتہ لگ گیا، وہ ایک شریف شہری بن چکا تھا لیکن صوبیدار کو اسکی وجہ سے شہنشاہ کا معتوب بننا پڑا تھا اسلئے وہ اسکو اب تک معاف نہ کر سکا اور ایک دن پچاس سواروں کیساتھ اسکا گھیراؤ کیا۔ سحر کا وقت تھا ناظم آرام سے سو رہا تھا۔ بیگ اسکی پائنتی کیساتھ لیٹا تھا۔ صوبیدار نے اسکو جگا کر گرفتار کر لیا۔

بیگ کی آنکھ کھلی تو اس نے پورا گھر سپاہیوں سے بھرا دیکھا۔ ناظم خان گرفتار کیا جاچُکا ہے اور صوبیدار مرزا ولی خان کا چہرہ مشعلوں کی روشنی میں خوشی سے دمک رہا تھا۔ بیگ کو ایک لمحے میں حالات کا اندازہ ہو گیا۔ وہ اُٹھ کے آہستہ آہستہ صوبیدار کے پاس پہنچا اور سر پر بندھی پگڑی اتار کر پھینک دی۔ اسکے ریشمی زنانہ بال شانوں پر بکھر گئے۔ ناظم خان اور صوبیدار کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

بیگ نے پُروقار لہجے میں کہا، "عالی مقام صوبیدار آپ نے مجھے پہچان لیا ہو گا۔ میں خوددار بیگم ہوں۔ شہنشاہِ ہند اور ملکہ عالیہ نے میری اور ناظم خان کی ملاقات کا آپکو حکم دیا تھا لیکن آپکی غلطی سے وہ ملاقات نہ ہو سکی۔ آپ نے کوشش کی کہ میں ناظم خان کو فریب دے کر گرفتار کرادوں مگر میں مہلت مانگ کر غائب ہو گئی۔ میں نے لڑکے کے بھیس میں ناظم خان کی خدمت کی، اسکا دِل جیتا اور اسے ایک شریف شہری بنا دیا۔ اب آپ نے کس قانون کے تحت اسکو گرفتار کیا ہے"؟

صوبیدار نے جواب دینے کی بجائے خوددار بیگم کو بھی گرفتار کر لیا پھر اپنے گرتے وقار کو سہارا دینے اور شہنشاہ کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے وہ ان دونوں کو لیکر دہلی پہنچا۔ شاہجہاں آگرہ سے دہلی منتقل ہو چکا تھا اور دہلی کا نام شاہجہاں آباد رکھ دیا تھا۔ ملکہ ممتاز محل کی درخواست پر یہ مقدمہ حرم سرا میں سُنایا گیا۔ خوددار بیگم نے بڑی بے خوفی سے اپنا بیان دُہرایا اور درخواست کی کہ ناظم خان جو اسکی کوششوں سے شریف شہری بن چُکا ہے، کو رہا کیا جائے۔

ممتاز محل پردے کے پیچھے بیٹھی خود بھی مقدمہ سُن رہی تھی۔ شہنشاہ نے فیصلہ ممتاز محل کے ہاتھ میں دے دیا۔ ممتاز محل نے اپنی کنیز خاص کے زریعے شہنشاہ کو اپنے فیصلے سے آگاہ کیا۔ شہنشاہ نے فیصلہ سنایا۔

"ناظم خان نے قتل وغارت کا ارتکاب کیا تھا اسلئے صوبیدار مرزا ولی خان کا اسے گرفتار کرنا قانونی حق تھا۔ اب ناظم خان، خوددار بیگم کی کوششوں سے شریف شہری بن گیا ہے اسلئے اسے رہا کیا جاتا ہے۔ بنگالہ کے پرچا نویس کے مطابق ناظم خان ایک بہادر اور نڈر نوجوان ہے۔ ہم اسکی بہادری کے صلے میں اسے بنگالہ کی فوج کا سپہ سالار بناتے ہیں"۔

شہنشاہ کے اس فیصلے کو سب نے پسند کیا۔ صوبیدار کا وقار بھی رہ گیا اور کسی کی دِل آزاری بھی نہیں ہوئی۔ ملکہ ممتاز محل کے ایما پر اسی دِن ناظم خان اور خوددار بیگم کا نکاح پڑھایا گیا۔

کہتے ہیں کہ ناظم خان نے سپہ سالار بنگالہ کی حیثیت سے بڑا نام پیدا کیا پھر جب شہنشاہ نے اسے جونپور کا صوبیدار بنایا تو ناظم خان نے وہاں بھی بڑے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔

ختم شُد